انتخاب فیض

از

فیض احمد فیض

حصہ دوئم

www.IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved
©2002-2006

فہرست

۵۔	سر وادی سینا	03
۶۔	شام شہر یاراں	68
۷۔	مرے دل مرے مسافر	158
۸۔	غبار ایام	

❖❖❖

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.

سرِ وادیء سینا

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

مریم (سلگا ینک) کے نام

موسم آیا تو نخل دار پہ میر
سر منصور ہی کا بار آیا

فیض

وی جی گیرنن

ترجمہ: سحر انصاری

میں فیض سے کوئی بیس سال قبل اس وقت متعارف ہوا تھا جب وہ ایم اے او کالج امرتسر میں لیکچرار تھے۔ ایک اور پرانے دوست جو اس وقت فیض کے رفیق کار تھے، کل اچانک ایڈنبرا میں دکھائی دیے اور ان سے مل کر مجھے بیتے ہوئے دن یاد آ گئے۔ معلوم یہ ہوا کہ فیض کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ اس قدیم دوست کی ایڈنبرا میں آمد سے مجھے مطلع کریں گے، لیکن وہ بھول گئے۔ اس زمانے میں بھی وہ اپنی بھول جانے کی عادت اور غائب دماغی کی وجہ سے خاصے مشہور تھے۔ لیکن ان کے طالب علم ان کی اس عادت کو آسانی سے درگزر کر دیتے تھے کیونکہ اگر کوئی پروفیسر یہ بھول جائے کہ اسے طلبہ کو لیکچر دینا تھا تو انہیں کبھی اس کا افسوس نہیں ہوتا اسی طرح تانگہ چلانے والوں کا بھی ان کے ساتھ یہی رویہ تھا کیونکہ وہ کسی کے گھر جا کر باتوں میں مصروف ہو جاتے اور بھول جاتے کہ باہر تانگہ کھڑا ہوا ہے، اور اس طرح تانگے والوں کا کرایہ بڑھتا رہتا تھا۔ اور ادبی لوگ انہیں یوں معاف کرا دیتے تھے کہ وہ اس وقت بھی ایک اہم شاعر تھے۔

مجھے یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ اس ہفتے لندن میں ایک ادبی تقریب ان کے اعزاز میں منعقد کی جا رہی ہے اور مجھے اس کا افسوس ہے کہ میں خود وہاں حاضر ہونے سے قاصر ہوں گزشتہ بار کوئی پانچ سال قبل جب وہ انگلستان آئے تھے تو ایک ایسی ہی تقریب میں شریک ہونے کا مجھے شرف حاصل ہوا تھا۔ اس تقریب

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved.

کے فوراً بعد فیض یورپ روانہ ہو رہے تھے تاکہ وطن واپس جا سکیں جہاں انہیں جیل میں ڈال کر ان کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔ کئی ادبی شخصیتوں کی زندگی میں اس قسم کی خفیف غلط فہمیاں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ اس بار وہ نسبتاً زیادہ طویل مدت کے لیے انگلستان میں قیام کر رہے ہیں تاکہ خوش قسمتی سے ان کے دوستوں کو مستقبل قریب میں اسی قسم کی کسی اور غلط فہمی کا خوف باقی نہ رہے اور کسی محبت وطن شاعر کو اپنے وطن سے خواہ کتنا ہی لگاؤ کیوں نہ ہو یہ امر خاص دل خوش کن ہوتا ہے کہ بعض اوقات وہ کسی دوست کی طرح بہت قریب سے جائزہ لینے کے بجائے چار یا پانچ ہزار میل کے فاصلے سے اپنے وطن کے بارے میں غور و خوض کرے۔

یہ امر بلاشبہ افسوس ناک ہے کہ مع اہل و عیال ہمارے یہاں کے متعدد پرسکون اور رومان انگیز مقامات مثلاً میرے آبائی شہر مانچسٹر یا لیک ڈسٹرکٹ جہاں ایک زمانے میں اتنے سارے شاعروں نے عروج پایا، یا سب سے بڑھ کر ایڈنبرا میں رہنے کے بجائے لندن میں سکونت اختیار کر رہے ہیں۔ اسی شہر میں جو اینٹوں، کہر، شور و غل اور ہاہالیان لندن کا ایک دیو ہیکل مجموعہ ہے۔ ڈاکٹر جانسن کہا کرتے تھے کہ جب آدمی لندن سے اکتا جائے تو وہ زندگی سے اکتا جاتا ہے لیکن یہ اٹھارویں صدی میں ہوتا تھا۔ آج تو یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ جب آدمی زندگی سے اکتا جائے تو وہ لندن کا رخ کرتا ہے۔

فیض بلا کے سگریٹ نوش واقع ہوئے ہیں۔ یہ بری عادت لندن کے کہر اور دھند کے ساتھ مل کر کہیں ان کی انتہائی تابناک صلاحیتوں کو ماند نہ کر دے۔ تاہم مجھے کامل یقین ہے کہ اپنی بیوی اور بچیوں کی مدد سے وہ اس مسئلے پر قابو پا لیں گے۔ نیز یہ کہ ایک ادبی شخصیت کی حیثیت سے اس ملک میں ان کا قیام حقیقی معنوں میں تخلیقی ثابت ہوگا۔ وہ اب تک بہت کچھ کر چکے ہیں لیکن انہیں ابھی اور بہت کچھ کرنا ہے۔ اور اب جبکہ وہ دوسرے ہنگاموں سے آزار ہیں انہیں یقیناً خیال آئے گا کہ ان

سے کس قدر زیادہ توقع کی جاتی ہے ان بیس برسوں میں مجھے یقین ہے کہ میں نے انہیں اس قسم کے موضوعات پر کم از کم بیس کتابیں لکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ جدید معاشرے میں فنکار کا مرتبہ، تاریخ ادب اردو یا مغربی تہذیب کے مقابلے میں اسلامی تہذیب کی نوعیت، وغیرہ وغیرہ۔

ہر شخص کو جو ان سے واقف ہے فطری طور پر یہ توقع بھی ہو گی کہ وہ اپنے فرصت کے اوقات میں مزید نظمیں لکھیں گے۔ میری ہمیشہ سے یہ خواہش بھی رہی ہے کہ وہ دوسرے ممالک کی بعض نظمیں خصوصاً ہمارے عہد کی ترقی پسند شاعری کا ترجمہ اردو میں کریں جو اس روایت یا عالمی تحریک سے تعلق رکھتی ہو جس سے خود ان کی شاعری وابستہ ہے۔ ویسے جارج باروجنہوں نے آئرستان، ڈنمارک اور دوسرے علاقوں کی شاعری کو انگریزی میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے، اپنی ایک کتاب لیونگرو (Lavengro) میں لکھتے ہیں کہ ترجمہ زیادہ سے زیادہ ایک بازگشت ہی ہوتا ہے تمام ترجمہ کرنے والے یقیناً یہی محسوس کرتے ہوں گے لیکن کچھ نہ ہونے سے بازگشت بھی بہر حال بہتر ہے اور فیض کی پیدا کردہ بازگشت کم از کم مترنم ضرور ہو گی۔ گزشتہ دنوں ان سے یہ سن کر میں بے حد متاثر ہوا کہ خود ان کی بعض نظمیں سواحلی زبان میں ترجمہ ہونے کے بعد مشرقی افریقہ میں پڑھی جا رہی ہیں۔ جہاں ایک ملک گیر زبان کی حیثیت سے سواحلی کا مستقبل بہت تابناک نظر آتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ جلد ہی دوسری زبانوں میں بھی ان کے کلام کا ترجمہ ہو جائے گا۔

ایک اسکاٹ خاتون نے جو کئی سال تک افغانستان میں رہی ہیں، فیض کے والد کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جو اس زمانے میں وہاں وزیر اعلیٰ تھے۔ مصنفہ کے بیان کے مطابق وہ بڑے پختہ عزم و ارادہ کے مالک تھے اور انتہائی انتشار کے

❖

فیض کے والد سلطان محمد خان امیر عبدالرحمٰن خاں والی افغانستان کے

دربار میں چیف سیکرٹری کے عہدے پر مامور تھے

ماحول میں نظم ونسق قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ امرتسر کی آزادانہ زندگی کے زمانے میں فیض بھی دوسرے متعدد باحوصلہ انسانوں کے دوش بدوش اس جدوجہد میں مصروف ہیں کہ ہمارے جدید عہد کے انتشار میں ضبط وتوازن قائم کیا جائے جو کبھی کبھی افغانستان کے دور قدیم سے زیادہ مایوس کن نظر آتا ہے۔ میں ایک اور پشت کو سرگرم عمل دیکھنے کا خواہاں ہوں اور چشم تصور سے فیض کی بیٹیوں کو اپنی اپنی رغبت کے عظیم کارناموں کی تکمیل میں منہمک دیکھ بھی رہا ہوں۔ ان میں ایک کو غالباً پاکستان کی پہلی عظیم مصورہ کی حیثیت سے اور دوسری کو شاید پہلی خاتون صدر کی حیثیت سے۔

دریں اثناء فیض کے دوستوں کو ہر ہفتے کے خاتمے پر ان سے دریافت کرتے رہنا چاہیے کہ انہوں نے کتنے صفحات لکھ لیے ہیں اور ہر روز شام کو معلوم کرتے رہنا چاہیے کہ انہوں نے کتنے سگریٹ کم پیے ہیں۔

27 پیلس اسٹریٹ ایڈنبرا

5 دسمبر 1962ء

ایک حوصلہ مند دل کی آواز

الیگزانڈر سرکوف

ترجمہ: سحر انصاری

متاعِ لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خونِ دل میں ڈبو لی ہیں انگلیاں میں نے
لبوں پہ مہر لگی ہے تو کیا کہ رکھ دی ہے
ہر ایک حلقۂ زنجیر میں زباں میں نے

ماسکو میں دسمبر کی ایک سرمازہ شام کو زندگی میں پہلی بار فیض کے ان ولولہ خیز اشعار نے میرے دل میں اضطراب پیدا کیا تھا۔ 1954ء کا سال رخصت ہو رہا تھا اور برف کا ایک طوفان پشکن کے سرمئی مجسمے کے گرد نغمہ ریز تھا۔ پہرہ دار سپاہی چوراہوں پہ کھڑے سردی سے کانپ رہے تھے۔ ماسکو کے ایک گرم اور آرام دہ فلیٹ میں مشرقی سوویت کی دوست جمہوری ریاستوں کے شعراء اور بیرونی مشرقی ممالک سے آئے ہوئے مہمانوں کی محفل میں ہندوستان کے شاعر علی سردار جعفری ایک نا آشنا زبان کے اشعار تقریباً گنگنانے کے انداز میں پڑھ رہے تھے۔ اشعار سب کے دلوں کو مسحور کرتے جا رہے تھے۔ ان اشعار میں محبت کے نازک جذبوں کی کسک تھی، زندان کی تنہا کوٹھڑی میں مقید انسان کا غم تمنا تھا اور ایک انقلابی کا شعلہ خیز غیظ و غضب بھی تھا۔ یہ اشعار فیض احمد فیض کے تھے جو ہماری صحبت میں شامل نہ ہو سکے تھے۔ اسی لمحہ شاید وہ سلاخوں سے باہر کا منظر دیکھ رہے ہوں گے، وہ رخشندہ ستاروں سے معمور آسمان کو تک رہے ہوں گے یا پھر شاید اپنے حوصلہ مند دل پر سوز

کی گہرائی میں جنم لینے والے مصرعے سرگوشی کے انداز میں دہرا رہے ہوں گے۔

تین ماہ بعد وقت وہی تھا جو ماسکو میں گزشتہ موسم سرما کی ہواؤں کی موجودگی میں تھا۔ میں نے ایک بار پھر ایسے اشعار سنے جو دل کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور ان کے تاثر کی توانائی ہی سے مفہوم اور منزلیں طے ہونے لگتی ہیں

اس وقت میں دہلی میں تھا۔ مارچ کا آغاز تھا سیاہ جنوبی آسمان پر بے شمار ستارے جھلملا رہے تھے اور اس پس منظر میں سدا بہار درخت رات کی دھند میں ایستادہ نظر آ رہے تھے۔ لال قلعہ کی دور افتادہ اور سنگین دیواروں کے سائے میں گاڑیاں خاموشی سے گزر رہی تھیں اور رکشا چھلاووں کی طرح بھاگ رہے تھے۔ وہ سب اس مقام کی سمت رواں دواں تھے جہاں قمقموں سے روشن وسیع و عریض، رنگا رنگ پنڈال، سبزے کے قطعات اور بے شمار رنگین پھولوں سے لدے ہوئے نامانوس درخت اپنی بہار دکھا رہے تھے۔

پنڈال میں ایک مشاعرہ ہو رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے، شاعر مائیکروفون پر آتے رہے اور مشاعرے میں جان پڑتی رہی اور پھر جعفری نے چند ایسی نئی نظموں کا آغاز کیا جو منٹگمری جیل کے تنہا کمرے کی اداس اور سنگین دیواروں میں مقید رہ کر لکھی گئی تھیں۔

اب فیض وہاں اپنی اسیری کا پانچواں سال گزار رہے تھے۔

رنگ برنگے پنڈال میں اچانک سناٹا اور ارتعاش پذیر سکوت چھا گیا۔ ہر لفظ صاف سنائی دے رہا تھا۔ ایک ایک لفظ دلوں میں اترتا چلا جا رہا تھا اور ایسے مقامات پر جہاں شاعر کے اشعار احساس کی گہرائی میں ڈوب جاتے اور پھر غیظ و غضب کی بازگشت بن کر ابھرتے تو جیسے سارا پنڈال ایک دم بیدار ہو جاتا اور نغمہ گر کی آواز کے ساتھ ساتھ بڑے جوش و خروش سے داد دینے لگتا۔

اس وقت میں فیض احمد فیض کے بارے میں کیا جانتا تھا۔

یہی کہ اپنے عوام کو نو آبادیاتی نظام کی غلامی سے آزاد کرانے کی جدوجہد میں وہ جوانی کے زمانے سے ہی تن دہی کے ساتھ شامل ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں فاشزم سے اپنی نفرت کے اظہار کے لیے وہ بدیسی انگلو انڈین فوج میں ایک افسر بن گئے تھے اور جنگ کے بعد کرنل کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے۔ وہ ایک پرجوش صحافی تھے جو نو آبادیاتی شکنجے اور مقامی آقاؤں کی غلامی سے اپنے عوام کو آزاد کرنے کے تصورات کو فروغ دینے کے لیے جان و دل سے سرگرم عمل ہے۔

فیض اپنی سیاسی تحریروں اور ایک پرخلوص انقلابی کی حیثیت سے اپنی سرگرمیوں کے ذریعے پاکستان کے بہترین فرزندان وطن کے دوش بدوش بے غرضی اور جوش و خروش کے ساتھ جدوجہد میں مصروف ہیں۔ رجعت پسند اس باکمال شاعر کی قوت صداقت اور توانائی الفاظ سے خوف زدہ تھے۔ چنانچہ عذاب تنہائی اور جبری بیکاری کا شکار بنانے کے لئے انہوں نے منٹگمری اور حیدرآباد کی جیلوں میں فیض پر پانچ سال کی طویل اسیری مسلط کر دی تھی۔ لیکن شاعری کے زندہ اور حیات پرور دل کی دھڑکنوں کی خاموشی ان کے نغموں پر کوئی مہر سکوت ثبت کر سکی۔

زنداں کی سنگین دیواروں میں سے بھی ان کے حوصلہ مند دل سے وہ نغمے بیتاب ہو کر نکلتے رہے جو عوام زندگی اور مادر وطن کی محبت سے لبریز تھے ان کے نغمات کے پیروں کی سرسراہٹ پاکستان اور متعدد دوسرے ممالک کی سرزمین پر سنائی دیتی رہی اور لاکھوں انسانوں کے دلوں کو گرماتی رہی۔

آخر کار رجعت پسندی کی تیرگی اور انقلابی شاعری کی روشنی کی جنگ میں شاعری ہی کامران و فتح مند رہی۔ خطرے اور وہ بھی موت کے مسلسل خطرے سے عبارت پانچ سال کی قید و بند کی صعوبتیں ختم ہوئیں اور محبّ وطن شاعر آزاد ہو گیا۔ ایک بار پھر ماضی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ پرجوش اور ولولہ کے ساتھ اس

جدوجہد کو جاری رکھنے کے لیے جس کی خاطر اس نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ اپنے ہم وطنوں کے لیے تمام اقوام کے مابین دوستی کو فروغ دینے کے لیے اور تمام انسانوں کے لئے امن کی فضا پیدا کرنے کے لیے اور اب زنگ خوردہ زنجیروں اور ہتھکڑیوں کی گرفت سے آزاد ہو کر وہ زیادہ توانائی اور جذبے کی سچائی کے ساتھ اپنے شعلہ صفت نغمات فضا میں بکھیر رہا ہے۔

1958ء کے موسم خزاں کے بعد تاشقند میں افرا ایشیائی ادیبوں کا مشہور اجلاد ہوا جس میں فیض نے ایک مقتدر قائد کی حیثیت سے شرکت کی۔ وہاں ان سے پہلی بار میری ملاقات ہوئی۔ اس شاعر سے ملاقات ہوئی جس کا تصور میں اپنے دل میں بسائے ہوئے تھا۔

فیض کے لیے وہ نسبتاً اداسی کا زمانہ تھا۔ پاکستان میں حکومت کا تختہ الٹ کر غیر جمہوری طاقتوں نے اقتدار سنبھال لیا تھا۔

ماسکو میں ادیبوں کی انجمن کے ایک کمرے میں ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم دونوں نظمیں پڑھ رہے تھے اور روسی زبان میں فیض کی نظموں کا ایک مجموعہ شائع کرنے کی بابت بات چیت کر رہے تھے۔ پھر اتفاق سے ہماری گفتگو کا رخ نظموں سے ہٹ کر اس وقت کی سیاست کی طرف ہو گیا۔

تو پھر مستقبل قریب میں آپ کا کیا ارادہ ہے

فیض نے اپنی سیاہ آنکھوں سے جن کی گہرائی میں قدرے اداسی تھی، میری طرف دیکھا لیکن ان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ موجود تھی

بس پہلے تو میں لندن جاؤں گا، وہاں اپنے بعض دوستوں سے ملوں گا جو ابھی ابھی پاکستان سے آئے ہیں اس کے بعد ظاہر ہے کہ میں کراچی، لاہور اپنے وطن واپس چلا جاؤں گا۔

لیکن آپ جانتے ہیں کہ اب وہاں

ان کے ہونٹوں کے کناروں پر وہی ہلکی سی مسکراہٹ تھی

ظاہر ہے کہ اس صورت میں تو مجھے وطن ہی واپس جانا چاہیے

تو پھر جیل یقینی ہے

شاید اور اگر کسی بڑے مقصد کی خاطر انسان کو جیل بھی جانا پڑے تو ضرور جانا چاہیے

لیکن اگر جیل سے بھی بدتر کچھ ہو تو؟

شاعر نے کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھا جہاں باغ کے وسط میں ٹالسٹائی کا مجسمہ نصب تھا، سرد اور خزاں زدہ آسماں پر نظر ڈالی۔ مسکراہٹ بدستور موجود تھی۔ چند لمحے کے توقف کے بعد انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں آہستہ سے کہا

اگر جیل سے بھی بدتر کوئی چیز ہوئی تو پھر یقیناً برا ہوگا۔ لیکن تم جانتے ہو کہ جدوجہد بہرحال جدوجہد ہے

یہ تھا ان کا پرسکون لیکن پر اعتماد جواب

میں اپنی زندگی میں ایسے متعدد افراد سے مل چکا ہوں۔ ان میں سے بہت سے نڈر، بیباک اور جرأت مند بھی تھے اور اپنی زندگی کے نصب العین کی تکمیل میں جان و دل سے منہمک بھی وہ ہر قسم کی اذیت یہاں تک کہ ناگزیر موت برداشت کرنے کا بھی حوصلہ رکھتے تھے۔

فیض میں یہ ضبط و تحمل اور یہ اعتماد، اذیت کوشی اور موت سے نبرد آزمائی کی بدولت پیدا ہوا ہے ایک ایسی موت جو جدوجہد کے لیے خوف کو وقت کر دینے والوں کے لیے ناگزیر ہوتی ہے۔

تاہم مصائب و ابتلا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی جو جرات فیض میں تھی اس نے میرے سارے وجود کو ڈگمگا دیا۔

فیض کی شاعری کا ترجمہ کرنے کی غرض سے میں نے ان کا ایک ایک مصرعہ

بڑے غور سے پڑھا میری کوشش یہ تھی کہ جہاں تک ممکن ہو (ترجمہ شدہ) مصرعوں میں ترنم اور ان کے حساس اور حوصلہ مند دل کا جذبہ برقرار رہے۔ اس کوشش میں نہ صرف ان کے اشعار کا جذباتی زیر و بم، جسے دوسری زبان میں منتقل کرنا قریباً ناممکن ہے، بلکہ ایک جانباز اور شاعر انسان کا پرسکون اور واضح ضبط و تحمل میری روح میں گونجنے لگا۔ شاعر جس نے ایک انقلابی کی حیثیت سے خود اپنی زندگی و ک ایک نغمے میں ڈھال لیا اور اپنے نغمے کو جدوجہد کا ایک موثر ہتھیار بنالیا ہے۔ جدوجہد کیمراحل سے گزرتے ہوئے مشرق کے ایک ممتاز ترین ترقی پسند شاعر فیض احمد فیض کے ان نغمات کو سوویٹ قارئین سے روشناس کراتے ہوئے مجھے بے پایاں مسرت ہو رہی ہے۔

مطالعہ کے دوران فیض کی شاعری میں ابتلائے اسیری کا تاثر بھی محسوس ہوتا ہے۔ جس سے دل اداس ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر شعلہ خیز جوش و جذبہ اس تاثر پر غالب آجاتا ہے۔

تیرگی کا استعارہ ان کی شاعری میں بار بار آتا ہے۔ لیکن وہ اشعار زیادہ تابناک ہیں جن میں شاعر کے وطن پر طلوع ہونے والی سحر کے نور اولین کا خیر مقدم کیا گیا ہے اور مطالعہ کرنے والا یقیناً محسوس کرے گا کہ آزادی کی محبت اور شاعر کے مصائب زدہ وطن کو حقیقی شاعری کس طرح ہم آہنگ و ہم رنگ کر دیتی ہے

(روسی زبان میں مجموعہ کلام کا

دیباچہ 1962)

انتساب

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

آج کے نام

اور

آج کے غم کے نام

آج کا غم کہ ہے زندگی کے بھرے گلستاں سے خفا

زرد پتوں کا بن

زرد پتوں کا بن جو مرا دیس ہے

درد کی انجمن جو مرا دیس ہے

کلرکوں کی افسردہ جانوں کے نام

کرم خوردہ دلوں اور زبانوں کے نام

پوسٹ مینوں کے نام

تانگے والوں کے نام

ریل بانوں کے نام

کارخانوں کے بھوکے جیالوں کے نام

بادشاہ جہاں، والی ماسوا، نائب اللہ فی الارض

دہقاں کے نام

جس کے ڈھوروں کو ظالم ہنکا لے گئے
جس کی بیٹی کو ڈاکو اٹھا لے گئے
ہاتھ بھر کھیت سے ایک انگشت پٹوار نے کاٹ لی ہے
دوسری مالیے کے بہانے سے سرکار نے کاٹ لی ہے
جس کی پگ زور والوں کے پاؤں تلے
دھجیاں ہو گئی ہے
ان دکھی ماؤں کے نام
رات میں جن کے بچے بلکتے ہیں اور
نیند کی مار کھائے ہوئے بازوؤں میں سنبھلتے نہیں
دکھ بتاتے نہیں
منتوں زاریوں سے بہلتے نہیں
ان حسیناؤں کے نام
جن کی آنکھوں کے گل
چلمنوں اور دریچوں کی بیلوں پہ بیکار کھل کھل کے
مرجھا گئے ہیں
ان بیاہتاؤں کے نام
جن کے بدن
بے محبت ریا کار سیجوں پہ سج سج کے اکتا گئے ہیں

بیواؤں کے نام

کٹڑیوں اور گلیوں محلوں کے نام

جن کی ناپاک خاشاک سے چاندراتوں

کو آ آ کے کرتا ہے اکثر وضو

جن کے سایوں میں کرتی ہے آہ و بکا

آنچلوں کی حنا

چوڑیوں کی کھنک

کاکلوں کی مہک

آرزومند سینوں کی اپنے پسینے میں جلنے کی بو

☆ ۔کٹڑی کٹڑے کی تصغیر، پنجابی میں ملحقہ مکانوں کے احاطے کو کہتے ہیں

پڑھنے والوں کے نام

وہ جو اصحاب طبل و علم

کے دروں پر کتاب اور قلم

کا تقاضا لیے، ہاتھ پھیلائے

پہنچے، مگر لوٹ کر گھر نہ آئے

وہ معصوم جو بھولپن میں

وہاں اپنے ننھے چراغوں میں لو کی لگن

لے کے پہنچے جہاں

بٹ رہے تھے، گھٹاٹوپ، بے انت راتوں کے سائے

IqbalCyberLibrary All rights reserved. ©2002-2006

ان اسیروں کے نام
جن کے سینوں میں فردا کے شب تاب گوہر
جیل خانوں کی شوریدہ راتوں کی صرصر میں
جل جل کے انجم نما ہو گئے ہیں
آنے والے دنوں کے سفیروں کے نام
وہ جو خوشبوئے گل کی طرح
اپنے پیغام پر خود فدا ہو گئے ہیں

(ناتمام)

1965ء

IqbalCyberLibrary All rights reserved ©2002-2006

لہو کا سراغ

کہیں نہیں ہے کہیں بھی نہیں لہو کا سراغ
نہ دست و ناخن قاتل نہ آستیں پہ نشاں
نہ سرخی لب خنجر نہ رنگ نوک سناں
نہ خاک پر کوئی دھبا نہ بام پر کوئی داغ
کہیں نہیں ہے کہیں بھی نہیں لہو کا سراغ

نہ صرف خدمت شاہاں کہ خوں بہا دیتے
نہ دیں کی نذر کہ بیعانہ جزا دیتے
نہ رزم گاہ میں برسا کہ معتبر ہوتا
کسی علم پہ رقم ہو کے مشتہر ہوتا
پکارتا رہا، بے آسرا، یتیم لہو
کسی کو بہر سماعت نہ وقت تھا نہ دماغ
نہ مدعی، نہ شہادت، حساب پاک ہوا
یہ خون خاک نشیناں تھا، رزق خاک ہوا

کراچی،

جنوری 1965ء

❖❖❖

(گلاب کا پھول سابق صدر ایوب خان کا انتخابی نشان)

❖❖❖

دیدۂ تر پہ وہاں کون نظر کرتا ہے
کاسۂ چشم میں خونِ ناب جگر لے کے چلو
اب اگر جاؤ پئے عرض و طلب ان کے حضور
دست و کشکول نہیں کاسۂ سر لے کے چلو

کراچی،

جنوری 1965ء

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

یہاں سے شہر کو دیکھو

یہاں سے شہر کو دیکھو تو حلقہ در حلقہ
کھنچی ہے جیل کی صورت ہر ایک سمت فصیل
ہر ایک راہ گزر گردش اسیراں ہے
نہ سنگ میل، نہ منزل، نہ مخلصی کی سبیل

جو کوئی تیز چلے رہ تو پوچھتا ہے خیال
کہ ٹوکنے کوئی للکار کیوں نہیں آئی؟
جو کوئی ہاتھ ہلائے تو وہم کو ہے سوال
کوئی چھنک، کوئی جھنکار کیوں نہیں آئی؟

یہاں سے شہر کو دیکھو تو ساری خلقت میں
نہ کوئی صاحب تمکیں، نہ کوئی والی ہوش
ہر ایک مرد جواں مجرم رسن بہ گلو
ہر ایک حسینہ رعنا، کنیز حلقہ بگوش

جو سائے دور چراغوں کے گرد لرزاں ہیں
نہ جانے محفل غم ہے کہ بزم جام و سبو
جو رنگ ہر در و دیوار پر پریشاں ہیں
یہاں سے کچھ نہیں کھلتا یہ پھول ہیں کہ لہو

کراچی،
مارچ 1965ء

❖❖❖

All rights reserved.
©2002-2006

یوں سجا چاند کہ جھلکا ترے انداز کا رنگ
یوں فضا مہکی کہ بدلا مرے ہمراز کا رنگ

سایۂ چشم میں حیراں رخِ روشن کا جمال
سرخیِ لب میں پریشاں تری آواز کا رنگ

بے پیے ہوں کہ اگر لطف کرو آخرِ شب
شیشۂ مے میں ڈھلے صبح کے آغاز کا رنگ

چنگ و نے رنگ پہ تھے، اپنے لہو کے دم سے
دل نے لے بدلی تو مدھم ہوا ہر ساز کا رنگ

اک سخن اور کہ پھر رنگِ تکلم تیرا
حرفِ سادہ کو عنایت کرے اعجاز کا رنگ

کراچی، 1965ء

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

غم نہ کر، غم نہ کر

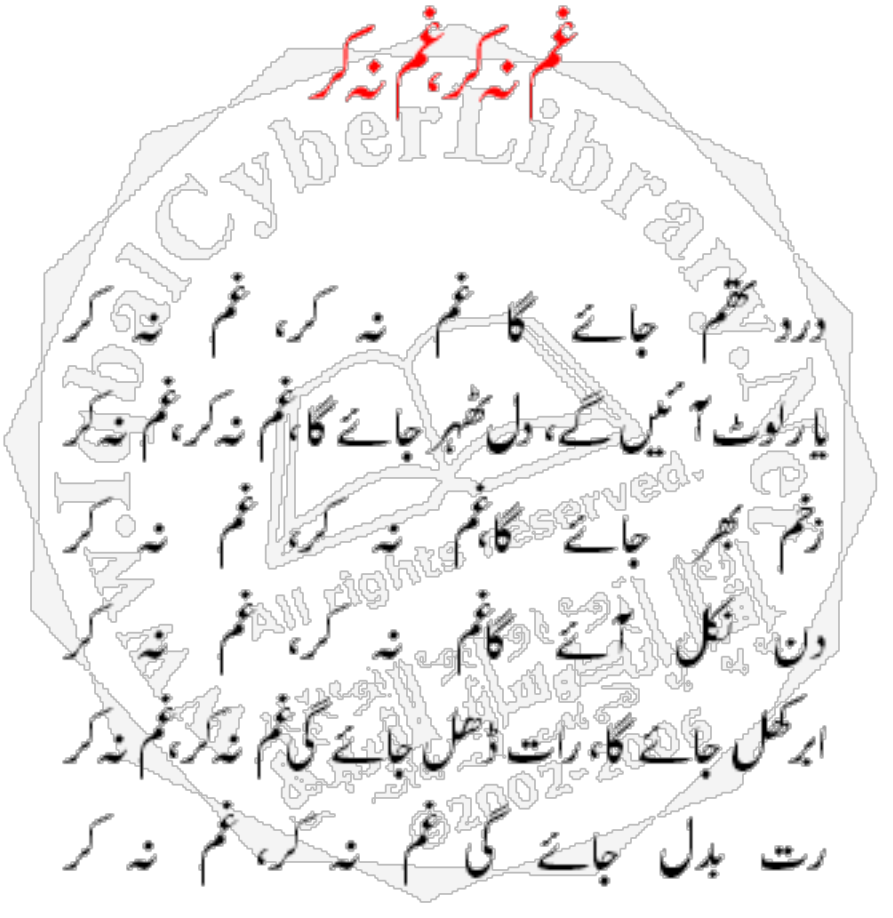

درد تھم جائے گا غم نہ کر، غم نہ کر
یار لوٹ آئیں گے، دل ٹھہر جائے گا، غم نہ کر، غم نہ کر
زخم بھر جائے گا، غم نہ کر، غم نہ کر
دن نکل آئے گا غم نہ کر، غم نہ کر
ابر کھل جائے گا، رات ڈھل جائے گی غم نہ کر، غم نہ کر
رت بدل جائے گی غم نہ کر، غم نہ کر

جون 1965ء

بلیک آؤٹ

جب سے بے نور ہوئی شمعیں
خاک میں ڈھونڈتا پھرتا ہوں نہ جانے کس جا
کھو گئی ہیں مری دونوں آنکھیں
تم جو واقف ہو بتاؤ کوئی پہچان مری
اس طرح ہے کہ ہر اک رگ میں اتر آیا ہے
موج در موج کسی زہر کا قاتل دریا
تیرا ارمان، تری یاد لئے جان مری
جانے کس موج میں غلطاں ہے کہاں دل میرا
ایک پل ٹھہرو کہ اس پار کسی دنیا سے
برق آئے مری جانب، ید بیضا لے کر
اور مری آنکھوں کے گم گشتہ گہر
جام ظلمت سے سیہ مست
نئی آنکھوں کے شب تاب گہر لوٹا دے
ایک پل ٹھہرو کہ دریا کا کہیں پاٹ لگے
اور نیا دل میرا
زہر میں دھل کے، فنا ہو کے کسی گھاٹ لگے
پھر پئے نذر نئے دیدہ و دل لے کے چلوں
حسن کی مدح کروں، شوق کا مضمون لکھوں

ستمبر 1965ء

❖

کسی حرف پہ تو نے گوشۂ لب اے جان جہاں غماز کیا
اعلان جنوں دل والوں نے اب کے بہ ہزار انداز کیا

سو پیکاں تھے پیوست گلو، جب چھیڑی شوق کی لے ہم نے
سو تیر ترازو تھے، دل میں جب ہم نے رقص آغاز کیا

بے حرص و ہوا، بے خوف وخطر، اس ہاتھ پر سر، اس کف پہ جگر
یوں کوئے صنم میں وقت سفر نظام بام ناز کیا

جس خاک میں مل کر خاک ہوئے وہ سرمۂ چشم خلق بنی
جس خار پہ ہم نے خوں چھڑکا، ہمرنگ گل طناز کیا

لو وصل کی ساعت آ پہنچی، پھر حکم حضوری پر ہم نے
آنکھوں کے دریچے بند کیے اور سینے کا درباز کیا

❖❖❖

سپاہی کا مرثیہ

اٹھو اب ماٹی سے اٹھو
جاگو میرے لال
اب جاگو میرے لال
تمری سیج سجاون کارن
دیکھو آئی رین اندھیارن
نیلے شال دوشالے لے کر
جن میں ان دکھین اکھین نے
ڈھیر کیے ہیں اتنے موتی
اتنے موتی جن کی جیوتی
دان سے تمرا
جگ جگ لاگا
نام چمکنے
اٹھو اب ماٹی سے اٹھو
جاگو میرے لال
اب جاگو میرے لال
گھر گھر بکھرا بھور کا کندن
گھورا اندھیرا اپنا آنگن
جانے کب سے راہ تکے ہیں

www.IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.

بالی دلہنیا، بانکے ویرن

سونا تمرا راج پڑا ہے

دیکھو کتنا کاج پڑا ہے

بیری برا جے راج سنگھاسن

تم ماٹی میں لال

اٹھو اب ماٹی سے اٹھو، جاگو میرے لال

ہٹ نہ کرو ماٹی سے اٹھو، جاگو میرے لال

اب جاگو میرے لال

اکتوبر 1965ء

1966ء

ایک شہرِ آشوب کا آغاز

اب بزمِ سخن صحبتِ لب سوختگاں ہے
اب حلقۂ مے طائفۂ بے طلباں ہے
گھر رہیے تو ویرانیِ دل کھانے کو آوے
رہ چلیے تو ہر گام پہ غوغائے سگاں ہے
پیوندِ رہِ کوچۂ زر چشمِ غزالاں
پابوسِ ہوس افسرِ شمشاد قداں ہے
یاں اہلِ جنوں یک بہ دگر دست و گریباں
واں جیشِ ہوس تیغ بکف درپئے جاں ہے
اب صاحبِ انصاف ہے خود طالبِ انصاف
مہر اس کی ہے میزان بہ دستِ دگراں ہے
ہم سہل طلب کون سے فرہاد تھے لیکن
اب شہر میں تیرے کوئی ہم سا بھی کہاں ہے

فروری 1966ء

❖❖❖

دیوارِ شب اور عکسِ رخِ یار سامنے
پھر دل کے آئینے سے لہو پھوٹنے لگا
پھر وضعِ احتیاط سے دھندلا گئی نظر
پھر ضبطِ آرزو سے بدن ٹوٹنے لگا

1966ء

❖

کئے آرزو سے پیماں جو مآل تک نہ پہنچے
شب و روز آشنائی مہ و سال تک نہ پہنچے

وہ نظر بہم نہ پہنچی کہ محیط حسن کرتے
تری دید کے وسیلے خد و خال تک نہ پہنچے

وہی چشمۂ بقا تھا جسے سب سراب سمجھے
وہی خواب معتبر تھے جو خیال تک نہ پہنچے

ترا لطف وجہ تسکیں، نہ قرار شرح غم سے
کہ ہیں دل میں وہ گلے بھی جو ملال تک نہ پہنچے

کوئی یار جاں سے گزرا، کوئی ہوش سے نہ گزرا
یہ ندیم یک دو ساغر مرے حال تک نہ پہنچے

چلو فیض دل جلائیں کریں پھر سے عرض جاناں
وہ سخن جو لب تک آئے پہ سوال تک نہ پہنچے

1966ء

❖❖❖

1967ء

سوچنے دو

(آندرے وزبیسن سکی کے نام)

اک ذرا سوچنے دو
اس خیاباں میں
جو اس لحظہ بیاباں بھی نہیں
کون سی شاخ میں پھول آئے تھے سب سے پہلے
کون بے رنگ ہوئی رنج و تعب سے پہلے
اور اب سے پہلے
کس گھڑی کون سے موسم میں یہاں
خون کا قحط پڑا
گل کی شہ رگ پہ کڑا
وقت پڑا
سوچنے دو
اک ذرا سوچنے دو
یہ بھرا شہر جو اب وادیٔ ویراں بھی نہیں
اس میں کس وقت کہاں
آگ لگی تھی پہلے
اس کے صف بستہ دریچوں میں سے کس میں اول
زہ ہوئی سرخ شعاعوں کی کمال

کس جگہ جوت جگی تھی پہلے

سوچنے دو

ہم سے اس دیس کا تم نام و نشاں پوچھتے ہو

جس کی تاریخ نہ جغرافیہ اب یاد آئے

اور یاد آئے تو محبوب گزشتہ کی طرح

روبرو آنے سے جی گھبرائے

ہاں مگر جیسے کوئی

ایسے محبوب یا محبوبہ کا دل رکھنے کو

آنکلتا ہے کبھی رات بتانے کے لیے

ہم اب اس عمر کو آپہنچے ہیں جب ہم بھی یونہی

دل سے مل آتے ہیں بس رسم نبھانے کے لیے

دل کی کیا پوچھتے ہو

سوچنے دو

ماسکو، مارچ 1967ء

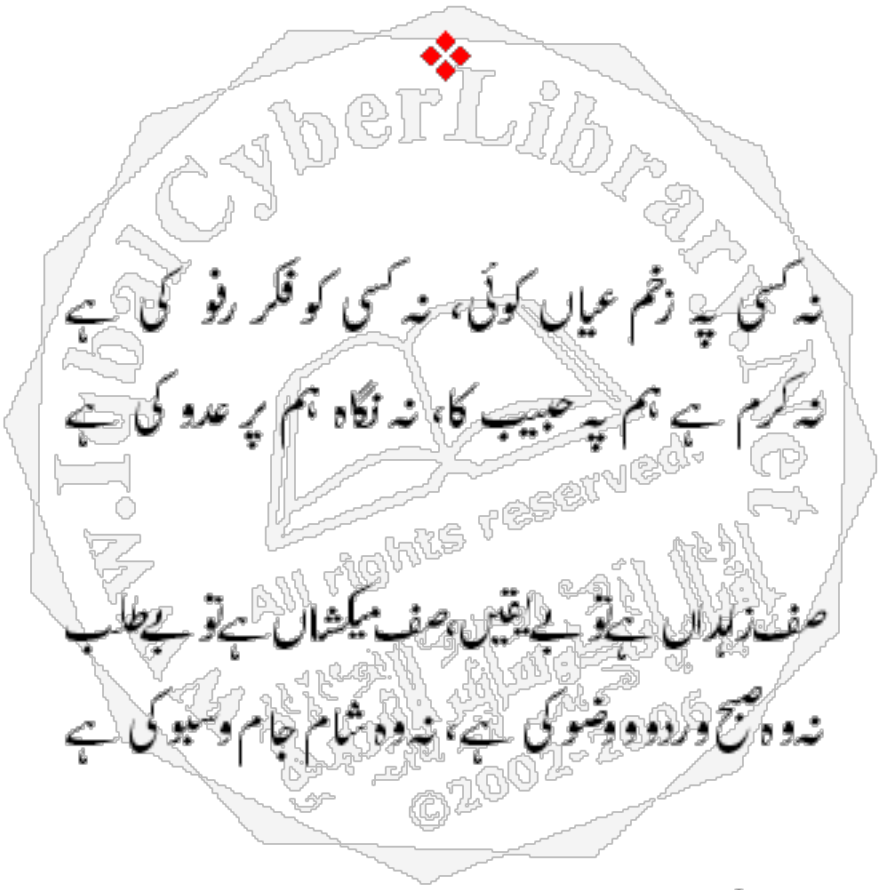

نہ کسی پہ زخم عیاں کوئی، نہ کسی کو فکر رفو کی ہے
نہ کرم ہے ہم پہ حبیب کا، نہ نگاہ ہم پر عدو کی ہے

صفِ زاہداں ہے تو بے یقیں، صفِ میکشاں ہے تو بے طلب
نہ وہ صبح وِردو وضو کی ہے، نہ وہ شام جام و سبو کی ہے

نہ یہ غم نیا، نہ ستم نیا، کہ تری جفا کا گلا کریں
یہ نظر تھی پہلے بھی مضطرب، یہ کسک تو دل میں کبھو کی ہے

کفِ باغباں پہ بہارِ گل کا ہے قرض پہلے سے بیشتر
کہ ہر ایک پھول کے پیرہن، میں نمود میرے لہو کی ہے

نہیں خوف روزِ سیہ ہمیں، کہ ہے فیض ظرفِ نگاہ میں
ابھی گوشہ گیر وہ اک کرن، جو لگن اس آئینہ رو کی ہے

1967ء

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

سروادیِ سینا

(عرب اسرائیل جنگ کے بعد)

پھر برق فروزاں ہے سروادیِ سینا

پھر رنگ پہ ہے شعلۂ رخسارِ حقیقت

پیغام اجل دعوتِ دیدارِ حقیقت

اے دیدۂ بینا

اب وقت ہے دیدار کا، دم ہے کہ نہیں ہے

اب قاتلِ جاں چارہ گرِ کلفتِ غم ہے

گلزار ارم پرتو صحرائے عدم ہے

پندارِ جنوں

حوصلہ راہ عدم ہے کہ نہیں ہے

پھر برق فروزاں ہے سروادیِ سینا

اے دیدۂ بینا

پھر دل کو مصفا کرو، اس لوح پہ شاید

مابین من وتو نیا پیماں کوئی اترے

اب رسمِ ستم حکمتِ خاصانِ زمیں ہے

تائیدِ ستم مصلحتِ مفتیِ دیں ہے

اب صدیوں کے اقرارِ اطاعت کو بدلنے

لازم ہے کہ انکارِ کافر ماں کوئی اترے

❖❖❖

دعا

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

آیئے ہاتھ اٹھائیں، ہم بھی
ہم جنہیں رسم دعا یاد نہیں
ہم جنہیں سوز محبت کے سوا
کوئی بت، کوئی خدا یاد نہیں

آیئے عرض گزاریں کہ نگار ہستی
زہر امروز میں شیرینی فردا بھر دے
وہ جنہیں تاب گراں باری ایام نہیں
ان کی پلکوں پہ شب و روز کو ہلکا کر دے

جن کی آنکھوں کو رخ صبح کا یارا بھی نہیں
ان کی راتوں میں کوئی شمع منور کر دے
جن کے قدموں کو کسی رہ کا سہارا بھی نہیں
ان کی نظروں پہ کوئی راہ اجاگر کر دے

جن کا دیں پیروی کذب و ریا ہے ان کو
ہمت کفر ملے، جرأت تحقیق ملے
جن کے سر منتظر تیغ جفا ہیں ان کو
دست قاتل کو جھٹک دینے کی توفیق ملے

عشق کا سر نہاں جان تپاں ہے جس سے
آج اقرار کریں اور تپش مٹ جائے
حرف حق دل میں کھٹکتا ہے جو کانٹے کی طرح
آج اظہار کریں اور خلش مٹ جائے

یوم آزادی، 14 اگست 1947ء

دلدار دیکھنا

طوفاں بہ دل ہے ہر کوئی دلدار دیکھنا
گل ہو نہ جائے مشعل رخسار دیکھنا

آتش بہ جاں ہے ہر کوئی سرکار دیکھنا
لو دے اٹھے نہ طرہ طرار دیکھنا

جذب مسافران رہ یار دیکھنا
سر دیکھنا، نہ سنگ، نہ دیوار دیکھنا

کوئے جفا میں قحط خریدار دیکھنا
ہم آ گئے تو گرمئ بازار دیکھنا

اس دل نواز شہر کے اطوار دیکھنا
بے التفات بولنا، بیزار دیکھنا

خالی ہیں گرچہ مسند و منبر، نگوں ہے خلق
رعب قبا و ہیبت دستار دیکھنا

جب تک نصیب تھا ترا دیدار دیکھنا
جس سمت دیکھنا، گل و گلزار دیکھنا

پھر ہم تمیز روز و مہ و سال کر سکیں
اے یاد یار پھر ادھر اک بار دیکھنا

1967

❖❖❖

ہارٹ اٹیک

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002

درد اتنا تھا کہ اس رات دلِ وحشی نے
ہر رگ جاں سے الجھنا چاہا،
ہر بن مو سے ٹپکنا چاہا
اور کہیں دور ترے صحن میں گویا
پتا پتا مرے افسردہ لہو میں ڈھل کر
حسن مہتاب سے آزردہ نظر آنے لگا
میرے ویرانہ تن میں گویا
سارے دکھتے ہوئے ریشوں کی طنابیں کھل کر
سلسلہ وار پتا دینے لگیں
رخصت فاصلہ شوق کی تیاری کا
اور جب یاد کی بجھتی ہوئی شمعوں میں نظر آیا کہیں
ایک پل آخری لمحہ تری دلداری کا
درد اتنا تھا کہ اس سے بھی گزرنا چاہا
ہم نے چاہا بھی، مگر دل نہ ٹھہرنا چاہا

1967

❖❖❖

1968ء

ضبط کا عہد بھی ہے شوق کا پیمان بھی ہے
عہد و پیماں سے گزر جانے کو جی چاہتا ہے
درد اتنا ہے کہ ہر رگ میں ہے محشر برپا
اور سکوں ایسا کہ مر جانے کو جی چاہتا ہے

1968ء

مرثیے

IndianCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2006

(۱)

دور جا کر قریب ہو جتنے
ہم سے کب تم قریب تھے اتنے
اب نہ آؤ گے تم نہ جاؤ گے
وصل و ہجراں بہم ہوئے کتنے

❖❖❖

(۲)

چاند نکلے کسی جانب تری زیبائی کا
رنگ بدلے کسی صورت شب تنہائی کا
دولت لب سے پھر اے خسرو شیریں دہناں
آج ارزوں ہو کوئی حرف شناسائی کا
گرمی رشک سے ہر انجمن گل بدناں
تذکرہ چھیڑے تری پیرہن آرائی کا
صحن گلشن میں کبھی اے شہ شمشاد قداں
پھر نظر آئے سلیقہ تری رعنائی کا

ایک بار اور مسیحائے دل دل زدگاں
کوئی وعدہ، کوئی اقرار مسیحائی کا
دیدہ و دل کو سنبھالو کہ سر شام فراق
سازو سامان بہم پہنچا ہے رسوائی کا

اگست 1968ء

❖❖❖

(۳)

کب تک دل کی خیر منائیں، کب تک رہ دکھلاؤ گے
کب تک چین کی مہلت دو گے کب تک یاد نہ آؤ گے
بیتا دید امید کا موس، خاک اڑتی ہے آنکھوں میں
کب بھیجو گے درد کا بادل، کب برکھا برساؤ گے
عہد وفا یا ترک محبت، جو چاہو سو آپ کرو
اپنے بس کی بات ہی کیا ہے، ہم سے کیا منواؤ گے
کس نے وصل کا سورج دیکھا، کس پر ہجر کی رات ڈھلی
گیسوؤں والے کون تھے، کیا تھے، ان کو کیا جتلاؤ گے
فیض دلوں کے بھاگ میں ہے، گھر بھرنا بھی لٹ جانا بھی
تم اس حسن کے لطف و کرم پر کتنے دن اتراؤ گے

اکتوبر 1968ء

❖❖❖

خورشید محشر کی لو

آج کے دن نہ پوچھو، مرے دوستو
دور کتنے ہیں خوشیاں منانے کے دن
کھل کے ہنسنے کے دن، گیت گانے کے دن
پیار کرنے کے دن، دل لگانے کے دن
آج کے دن نہ پوچھو، مرے دوستو

زخم کتنے ابھی بخت بسمل میں ہیں
دشت کتنے ابھی راہ منزل میں ہیں
تیر کتنے ابھی دست قاتل میں ہیں

آج کا دن زبوں ہے، مرے دوستو
آج کے دن تو یوں ہے، مرے دوستو
جیسے درد و الم کے پرانے نشاں
سب چلے سوئے دل کارواں، کارواں
ہاتھ سینے پہ رکھو تو ہر استخواں
سے اٹھے نالہ الاماں، الاماں

آج کے دن نہ پوچھو، مرے دوستو
کب تمہارے لہو کے دریدہ علم
فرق خورشید محشر پہ ہوں گے رقم
از کراں تا کراں کب تمہارے قدم

لے کے اٹھے گا وہ بحرِ خوں یم بہ یم
جس میں ڈھل جائے گا آج کے دن کا غم

سارے درد و الم سارے جور و ستم
دور کتنی ہے خورشید محشر کی لو
آج کے دن نہ پوچھو مرے دوستو

مارچ، اپریل 1969ء

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

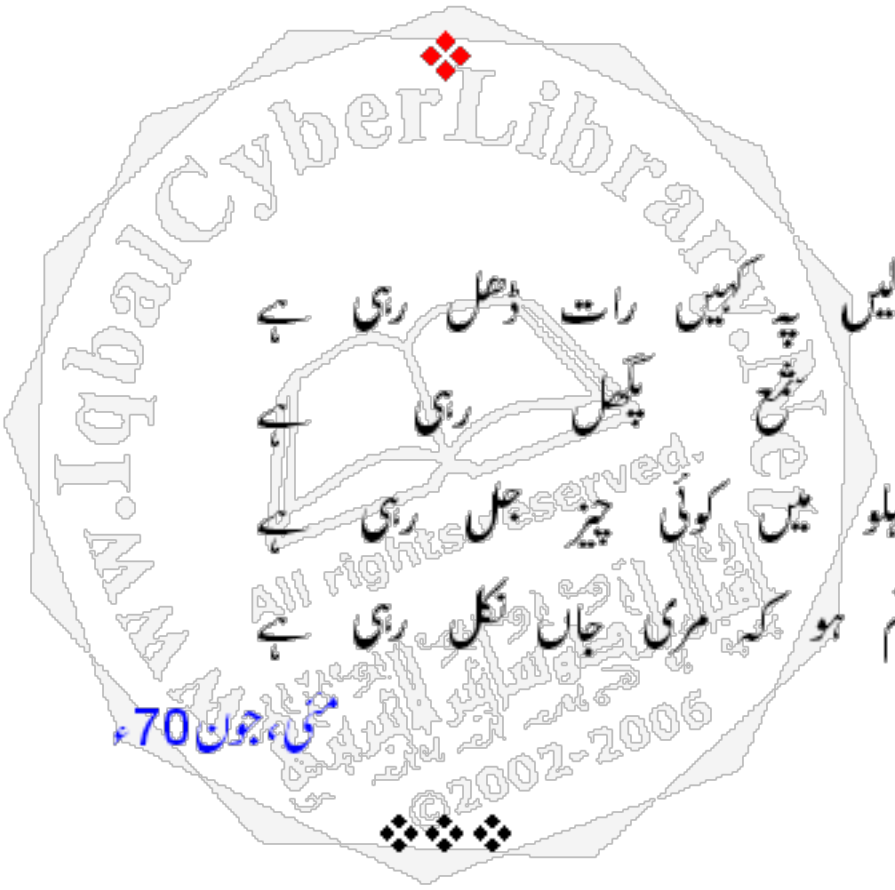

بالیں پہ کہیں رات ڈھل رہی ہے
یا شمع پگھل رہی ہے
پہلو میں کوئی چیز جل رہی ہے
تم ہو کہ مری جاں نکل رہی ہے

مئی، جون 70ء

اک سخن مطرب زیبا کہ سلگ اٹھے بدن
اک قدح ساقی مہوش جو کرے ہوش تمام
ذکر صبحے کے رخ یار سے رنگیں تھا چمن
یاد شبہا کہ تن یار تھا آغوش تمام

جون 70ء

جرسِ گل کی صدا

اس ہوس میں کہ پکارے جرسِ گل کی صدا
دشت و صحرا میں صبا پھرتی ہے یوں آوارہ
جس طرح پھرتے ہیں ہم اہلِ جنوں آوارہ

ہم پہ وارفتگیِ ہوش کی تہمت نہ دھرو
ہم کہ رازِ رموزِ غم پنہانی ہیں
اپنی گردن پہ بھی ہے رشتہ فگن خاطرِ دوست
ہم بھی شوق رہ دلدار کے زندانی ہیں
جب بھی ابروئے در یار نے ارشاد کیا
جس بیاباں میں بھی ہم ہوں گے چلے آئیں گے
در کھلا دیکھا تو شاید تمہیں پھر دیکھ سکیں
بند ہو گا تو صدا دے کے چلے جائیں گے

جولائی 70ء

❖❖❖

فرشِ نومیدیِ دیدار

دیکھنے کی تو کسے تاب ہے لیکن اب تک
جب بھی اس راہ سے گزرو تو کسی دکھ کی کسک
ٹوکتی ہے کہ وہ دروازہ کھلا ہے اب بھی
اور اس صحن میں ہر سو یونہی پہلے کی طرح
فرشِ نومیدیِ دیدار بچھا ہے اب بھی
اور کہیں یاد کسی دل زدہ بچے کی طرح
ہاتھ پھیلائے ہوئی بیٹھی ہے فریاد کناں
دل یہ کہتا ہے کہیں اور چلے جائیں جہاں
کوئی دروازہ عبث وا ہو، نہ بے کار کوئی
یاد فریاد کا کشکول لیے بیٹھی ہو
محرمِ حسرتِ دیدار ہو دیوار کوئی
نہ کوئی سایہ گلِ ہجرت گل سے ویراں

یہ بھی کر دیکھا ہے سو بار کہ جب راہوں میں
دیس پردیس کی بے مہر گزر گاہوں میں
قافلے قامت و رخسار و لب و گیسو کے
پردہ چشم پہ یوں اترے ہیں بے صورت و رنگ
جس طرح بند دریچوں پہ گرے بارش سنگ
اور دل کہتا ہے ہر بار چلو لوٹ چلو
اس سے پہلے کہ وہاں جائیں تو یہ دکھ بھی نہ ہو
یہ نشانی کہ وہ دروازہ کھلا ہے اب بھی
اور اس صحن میں ہر سو یونہی پہلے کی طرح
فرش نومیدی دیدار بچھا ہے اب بھی

اگست 70ء

❖❖❖

allurdubooks.blogspot.com

ٹوٹی جہاں جہاں پہ کمند

رہا نہ کچھ بھی زمانے میں جب نظر کو پسند
تری نظر سے کیا رشتہ نظر پیوند

ترے جمال سے ہر صبح پر وضو لازم
ہر ایک شب ترے در پر سجود کی پابند

نہیں رہا حرم دل میں اک صنم باطل
ترے خیال کے لات و منات کی سوگند

مثال زینہ منزل بکار شوق آیا
ہر اک مقام کہ ٹوٹی جہاں جہاں پہ کمند

allurdubooks.blogspot.com

خزاں تمام ہوئی کس حساب میں لکھوں
بہار گل میں جو پہنچے ہیں شاخ گل کو گزند

دریدہ دل ہے کوئی شہر میں ہماری طرح
کوئی دریدہ دہن شیخ شہر کے مانند

شعار کی جو مدارات قامت جاناں
کیا ہے فیض در دل، در فلک سے بلند

نومبر 70ء

شرحِ بے دردیِ حالات نہ ہونے پائی
اب کے بھی دل کی مدارات نہ ہونے پائی

پھر وہی وعدہ جو اقرار نہ بننے پایا!
پھر وہی بات جو اثبات نہ ہونے پائی

پھر وہ پروانے جنہیں اذنِ شہادت نہ ملا
پھر وہ شمعیں کہ جنہیں رات نہ ہونے پائی

پھر وہی جاں بلبی لذتِ مے سے پہلے
پھر وہ محفل جو خرابات نہ ہونے پائی

allurdubooks.blogspot.com

پھر دمِ دید رہے چشم و نظر دید طلب
پھر شبِ وصل ملاقات نہ ہونے پائی

پھر وہاں بابِ اثر جانئے کب بند ہوا
پھر یہاں ختمِ مناجات نہ ہونے پائی

فیضؔ سر پر جو ہر اک روز قیامت گزری
ایک بھی روز مکافات نہ ہونے پائی

23 مارچ 71ء

حذر کرو مرے تن سے

سجے تو کیسے سجے قتل عام کا میلہ
کسے لبھائے گا میرے لہو کا واویلا
مرے نزار بدن میں لہو ہی کتنا ہے
چراغ ہو کوئی روشن نہ کوئی جام بھرے
نہ اس سے آگ ہی بھڑکے نہ اس سے پیاس بجھے
مرے فگار بدن میں لہو ہی کتنا ہے
مگر وہ زہر بلاہل بھرا ہے نس نس میں
جسے بھی چھیدو ہر اک بوند قہر افعی ہے
ہر اک کشید ہے صدیوں کے درد و حسرت کی
ہر اک میں مہر بلب غلیظ و غم کی گرمی ہے
حذر کرو مرے تن سے یہ سم کا دریا ہے
حذر کرو کہ مرا تن وہ چوب صحرا ہے
جسے جلاؤ تو صحن چمن میں دہکیں گے

بجائے سرو و سمن میری ہڈیوں کے ببول
اسے بکھیرا تو دشت و دمن میں بکھرے گی
بجائے مشک صبا، میری جان زار کی دھول
حذر کرو کہ مرا دل لہو کا پیاسا ہے

مارچ 1971ء

allurdubooks.blogspot.com

ته به ته دل کی کدورت

میری آنکھوں میں امنڈ آئی تو کچھ چارہ نہ تھا

چارہ گر کی مان لی

اور میں نے گرد آلود آنکھوں کو لہو سے دھو لیا

میں نے گرد آلود آنکھوں کو لہو سے دھو لیا

اور اب ہر شکل و صورت

عالم موجود کی ہر ایک شے

میری آنکھوں کے لہو سے اس طرح ہم رنگ ہے

خورشید کا کندن لہو

مہتاب کی چاندی لہو

صبحوں کا ہنسنا بھی لہو

راتوں کا رونا بھی لہو

ہر شجر مینار خوں، ہر پھول خونیں دیدہ ہے

ہر نظر اک تار خوں، ہر عکس خوں مالیدہ ہے

موج خوں جب تک رواں رہتی ہے اس کا سرخ رنگ

جذبہ شوق شہادت، درد، غیظ و غم کا رنگ

اور تھم جائے تو کجلا کر

فقط نفرت کا، شب کا، موت کا،

IqbalCyberLibrary
All rights reserved.
allurdubooks.blogspot.com

ہر اک رنگ کے ماتم کا رنگ

چارہ گر ایسا نہ ہونے دے

کہیں سے لا کوئی سیلاب اشک

آب وضو

جس میں دھل جائیں تو شاید دھل سکے

میری آنکھوں، میری گرد آلود آنکھوں کا لہو

8 اپریل 1971ء

allurdubooks.blogspot.com

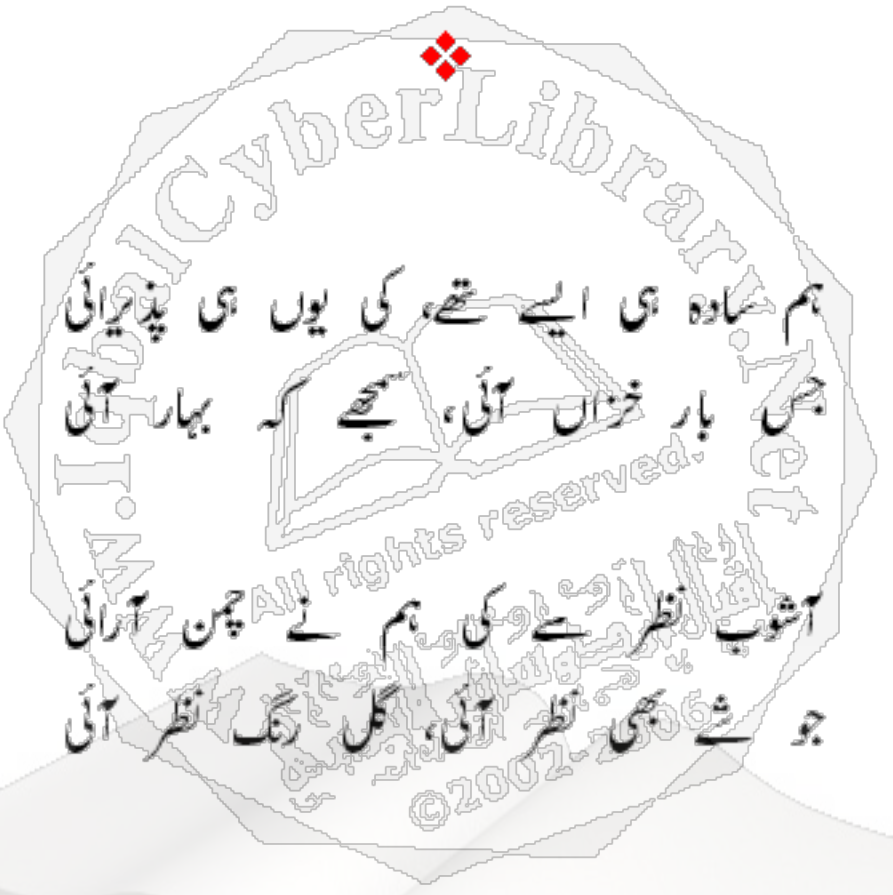

ہم سادہ ہی ایسے تھے، کی یوں ہی پذیرائی
جس بار خزاں آئی، سمجھے کہ بہار آئی

آشوب نظر سے کی ہم نے چمن آرائی
جو شے بھی نظر آئی، گل رنگ نظر آئی

امید تلطف میں رنجیدہ رہے دونوں
تو اور تری محفل، میں اور مری تنہائی

یک جاں نہ ہو سکیے، انجان نہ بن سکیے
یوں ٹوٹ گئی دل میں شمشیر شناسائی

اس تن کی طرف دیکھو جو قتل گہ دل ہے
کیا رکھا ہے مقتل میں اے چشم تماشائی

allurdubooks.blogspot.com

یارا غیار ہو گئے ہیں

اور اغیار مصر ہیں کہ وہ سب

یار غار ہو گئے ہیں

اب کوئی ندیم باصفا نہیں ہے

سب رند شراب خوار ہو گئے ہیں

1971ء

❖❖❖

allurdubooks.blogspot.com

غبار خاطر محفل ٹھہر جائے

کہیں تو کارواں درد کی منزل ٹھہر جائے
کنارے آ لگے عمر رواں یا دل ٹھہر جائے

اماں کیسی کہ موج خوں ابھی سر سے نہیں گزری
گزر جائے تو شاید بازوئے قاتل ٹھہر جائے

کوئی دم بادبان کشتی صہبا کو تہ رکھو
ذرا ٹھہرو، غبار خاطر محفل ٹھہر جائے

خم ساقی میں جز زہر ہلا ہل کچھ نہیں باقی
جو ہو محفل میں اس اکرام کے قابل ٹھہر جائے

ہماری خاموشی بس دل سے لب تک ایک وقفہ ہے
یہ طوفاں ہے جو پل بھر برلب ساحل ٹھہر جائے

نگاہ منتظر کب تک کرے گی آئنہ بندی
کہیں تو دشت غم میں یار کا محمل ٹھہر جائے

❖❖❖

allurdubooks.blogspot.com

داغستان کے ملک الشعراء

رسول حمزہ کے افکار

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002

میں تیرے سپنے دیکھوں

برکھا برسے چھت پر، میں تیرے سپنے دیکھوں
برف گرے پربت پر، میں تیرے سپنے دیکھوں
صبح کی نیل پری، میں تیرے سپنے دیکھوں
کویل دھوم مچائے، میں تیرے سپنے دیکھوں
آئے اور اڑ جائے، میں تیرے سپنے دیکھوں
باغوں میں پتے مہکیں، میں تیرے سپنے دیکھوں
شبنم کے موتی دہکیں، میں تیرے سپنے دیکھوں

allurdubooks.blogspot.com

اس پیار میں کوئی دھوکا ہے
تو نار نہیں کچھ اور ہے شے
ورنہ کیوں ہر ایک سے
میں تیرے سپنے دیکھوں

❖❖❖

بھائی

آج سے بارہ برس پہلے بڑا بھائی مرا
اسٹالن گراڈ کی جنگاہ میں کام آیا تھا
میری ماں اب بھی لیے پھرتی ہے پہلو میں یہ غم
جب سے اب تک ہے وہی تن پہ ردائے ماتم
اور اس دکھ سے مری آنکھ کا گوشہ تر ہے
اب مری عمر بڑے بھائی سے کچھ بڑھ کر ہے

❖❖❖

allurdubooks.blogspot.com

داغستانی خاتون اور شاعر بیٹا

اس نے جب بولنا نہ سیکھا تھا
اس کی ہر بات میں سمجھتی تھی
اب وہ شاعر بنا ہے نام خدا
لیکن افسوس کوئی بات اس کی
میرے پلے ذرا نہیں پڑتی

❖❖❖

allurdubooks.blogspot.com

بہ نوک شمشیر

میرے آباء کہ تھے نا محرم طوق و زنجیر
وہ مضامیں جو ادا کرتا ہے اب میرا قلم
نوک شمشیر پہ لکھتے تھے بہ نوک شمشیر
روشنائی سے جو میں کرتا ہوں کاغذ پہ رقم
سنگ و صحرا پہ وہ کرتے تھے لہو سے تحریر

❖❖❖

allurdubooks.blogspot.com

آرزو

مجھے معجزوں پہ یقین نہیں مگر آرزو ہے کہ جب قضا
مجھے بزم دہر سے لے چلے
تو پھر ایک بار یہ اذن دے
کہ لحد سے لوٹ کے آسکوں
ترے در پہ آ کے صدا کروں
تجھے غمگسار کی ہو طلب تو ترے حضور میں آ رہوں
یہ نہ ہو تو سوئے رہ عدم میں پھر ایک بار روانہ ہوں

❖ ❖ ❖

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved. ©2002
allurdubooks.blogspot.com

سالگرہ

شاعر کا جشن سالگرہ ہے، شراب لا
منصب، خطاب، رتبہ انہیں کیا نہیں ملا
بس نقص ہے تو اتنا کہ ممدوح نے کوئی
مصرع کسی کتاب کے شایاں نہیں لکھا

❖❖❖

allurdubooks.blogspot.com

ایک چٹان کے لیے

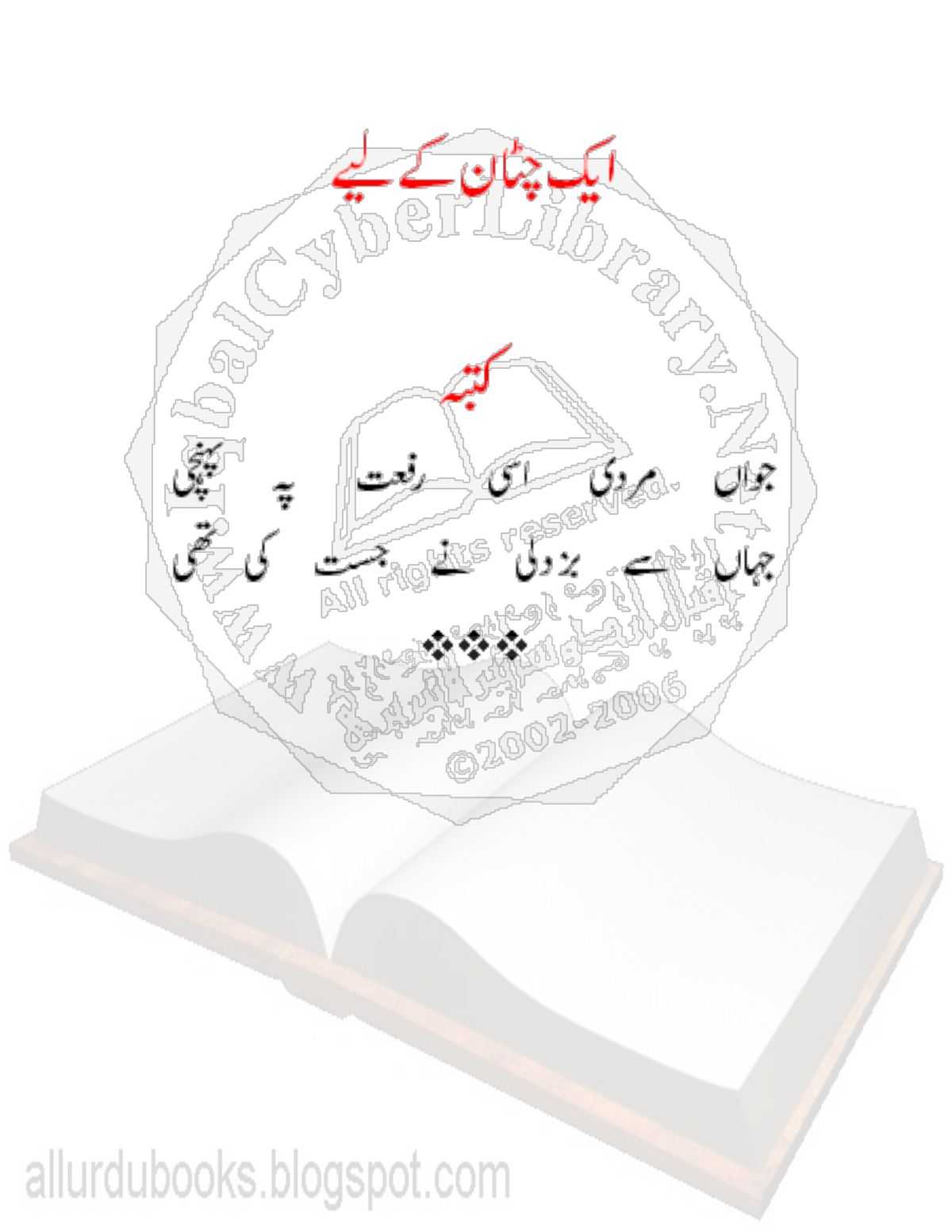

کتبہ

جواں مردی اسی رفعت پہ پہنچی
جہاں سے بزدلی نے جست کی تھی

❖❖❖

allurdubooks.blogspot.com

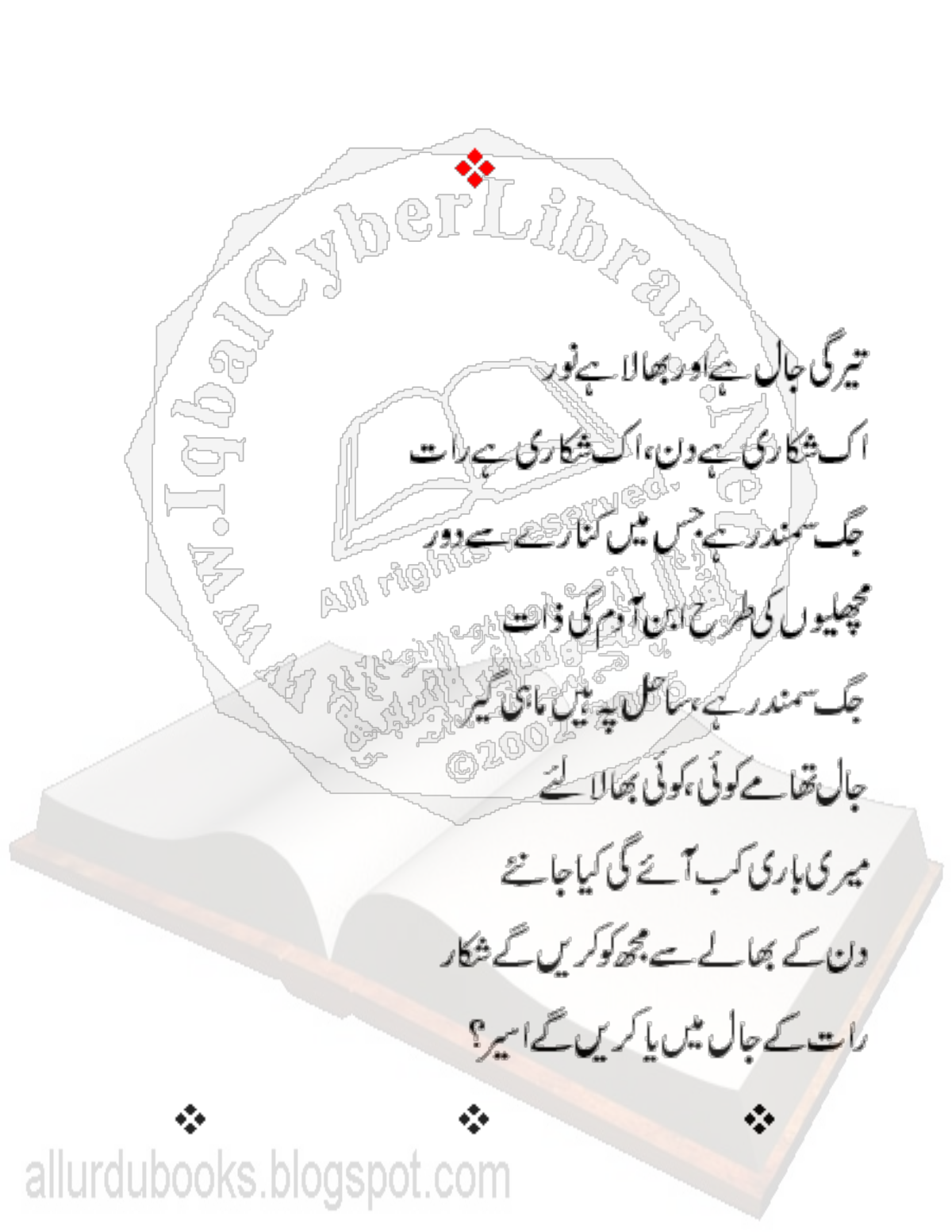

تیرگی جال ہے اور بھالا ہے نور
اک شکاری ہے دن، اک شکاری ہے رات
جگ سمندر ہے جس میں کنارے سے دور
مچھلیوں کی طرح ابنِ آدم کی ذات
جگ سمندر ہے، ساحل پہ ہیں ماہی گیر
جال تھامے کوئی، کوئی بھالا لئے
میری باری کب آئے گی کیا جانئے
دن کے بھالے سے مجھ کو کریں گے شکار
رات کے جال میں یا کریں گے اسیر؟

allurdubooks.blogspot.com

نسخہء الفت میرا

گر کسی طور ہر اک الفت جاناں کا خیال
شعر میں ڈھل کے ثنائے رخ جانا نہ بنے
پھر تو یوں ہو کہ مرے شعر و سخن کا دفتر
طول میں طول شب ہجر کا افسانہ بنے
ہے بہت تشنہ مگر نسخہء الفت میرا
اس سبب سے کہ ہر اک لمحہء فرصت میرا
دل یہ کہتا ہے کہ ہو قربت جاناں میں بسر

❖❖❖

allurdubooks.blogspot.com

شام شہر یاراں

مجید بھائی اور آمنہ بہن کے نام

allurdubooks.blogspot.com

پیش گفتار

جب میں نے اس مجموعے کا مسودہ اشاعت کے لیے بھیجا تو اپنے دوست اور ناشر چودھری عبدالحمید صاحب کی جانب سے فرمائش وصول ہوئی کہ اس میں کچھ نثر کا بھی اضافہ ہونا چاہیے، اس لیے کہ بقول ان کے بعض لوگوں کو مصنف کی ذات میں بھی دلچسپی ہے ایک عزیز اور کرم فرما مرزا ظفر الحسن پہلے ہی سے اس کام کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہی کے جمع کردہ مصالحہ کا کچھ حصہ ان صفحات میں شامل کر دیا گیا ہے۔

فیض

allurdubooks.blogspot.com

عہد طفلی سے عنفوان شباب تک

مرزا ظفر الحسن سے ایک گفتگو

ہمارے شعراء کو مستقلاً یہ شکایت رہی ہے کہ زمانے نے ان کی قدر نہیں کی ناقدری ابنائے وطن ہماری شاعری کا ایک مستقل موضوع ہے۔ ہمیں اس سے الٹ شکایت یہ ہے کہ ہم پہ لطف و عنایات کی اس قدر بارش رہی ہے، اپنے دوستوں کی طرف سے، اپنے ملنے والوں کی طرف سے اور ان کی جانب سے بھی جن کو ہم جانتے بھی نہیں، اکثر ندامت ہوتی ہے کہ اتنی داد و ہش کا مستحق ہونے کے لیے جو تھوڑا بہت کام ہم نے کیا ہے اس سے بہت زیادہ ہمیں کرنا چاہیے تھا۔

یہ کوئی آج کی بات نہیں ہے۔ بچپن ہی سے اس کا تاثر رہا ہے۔ جب ہم بہت چھوٹے تھے اسکول میں پڑھتے تھے تو سکول کے لڑکوں کے ساتھ بھی کچھ اسی قسم کے تعلقات قائم ہو گئے تھے کہ خواہ مخواہ انہوں نے ہمیں لیڈر تسلیم کر لیا تھا حالانکہ لیڈری کی صفات ہم میں نہیں تھیں یا تو آدمی بہت لٹھ باز ہو کر دوسرے اس کا رعب مانیں یا وہ سب سے بڑا فاضل ہو۔ ہم پڑھنے لکھنے میں ٹھیک تھے، کھیل بھی لیتے تھے، لیکن پڑھائی میں ہم نے کوئی ایسا کمال پیدا نہیں کیا تھا کہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہوں۔

بچپن کا میں سوچتا ہوں تو ایک یہ بات خاص طور پر یاد آتی ہے کہ ہمارے گھر میں خواتین کا ایک ہجوم تھا۔ ہم جو تین بھائی تھے ان میں ہمارے چھوٹے بھائی عنایت اور بڑے بھائی طفیل خواتین سے باغی ہو کر کھیل کود میں مصروف رہتے تھے۔ ہم اکیلے ان خواتین کے ہاتھ آ گئے۔ اس کا کچھ نقصان بھی ہوا اور کچھ فائدہ بھی۔ فائدہ تو یہ ہوا کہ ان خواتین نے ہم کو انتہائی شریفانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا۔ جس

کی وجہ سے کوئی غیر مہذب یا اجڈ قسم کی بات اس زمانے میں ہمارے منہ سے نہیں نکلتی تھی۔ اب بھی نہیں نکلتی نقصان یہ ہوا جس کا مجھے اکثر افسوس ہوتا ہے کہ بچپن میں کھلنڈرے پن یا ایک طرح کے لہو ولعب کی زندگی گزارنے سے ہم محروم رہے۔ مثلاً یہ کہ گلی میں کوئی پتنگ اڑا رہا ہے، کوئی گولیاں کھیل رہا ہے، کوئی لٹو چلا رہا ہے، ہم بس کھیل کود دیکھتے رہتے تھے، اکیلے بیٹھ کر ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے کے مصداق ہم ان تماشوں کے صرف تماشائی بنے رہتے اور ان میں شریک ہونے کی ہمت اس لیے نہیں ہوتی تھی کہ اسے شریفانہ شغل یا شریفانہ کام نہیں سمجھتے تھے۔

اساتذہ بھی ہم پر مہربان رہے۔ آج کل کی میں نہیں جانتا، ہمارے زمانے میں تو سکول میں سخت پٹائی ہوتی تھی۔ ہمارے عہد کے استاد تو نہایت ہی جلاد قسم کے لوگ تھے۔ صرف یہی نہیں کہ ان میں سے کسی نے ہم کو ہاتھ نہیں لگایا بلکہ ہر کلاس میں ہم کو مانیٹر بناتے تھے۔ بلکہ (ساتھی لڑکوں کو) سزا دینے کا منصب بھی ہمارے حوالے کرتے تھے۔ یعنی فلاں کو چانٹا لگاؤ، فلاں کو تھپڑ مارو۔ اس کام سے ہمیں بہت کوفت ہوتی تھی اور ہم کوشش کرتے تھے کہ جس قدر بھی ممکن ہو یوں سزا دیں کہ ہمارے شکار کو وہ سزا محسوس نہ ہو۔ طمانچے کی بجائے گال تھپتھپا دیا، یا کان آہستہ سے کھینچا وغیر۔ کبھی ہم پکڑے جاتے تو استاد کہتے یہ کیا کر رہے ہو، زور سے چانٹا مرو۔

دو تاثر بہت گہرے ہیں ایک تو یہ کہ بچوں کو جو دلچسپیاں ہوتی ہیں ان سے محروم رہے۔ دوسرے یہ کہ اپنے دوستوں ہم جماعتوں اور اپنے اساتذہ سے ہمیں بے پایاں شفقت و خلوص ملا جو بعد کے زمانے کے دوستوں اور معاصرین سے بھی ملا اور آج تک مل رہا ہے۔

صبح ہم اپنے ابا کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے مسجد جایا کرتے تھے۔ معمول یہ تھا کہ اذان کے ساتھ ہم اٹھ بیٹھے، ابا کے ساتھ مسجد گئے، نماز ادا کی اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ

مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی سے جو اپنے وقت کے بڑے فاضل تھے، درس قرآن سنا، ابا کے ساتھ ڈیڑھ دو گھنٹے کی سیر کے لیے گئے پھر سکول رات کو ابا بلا لیا کرتے خط لکھنے کے لیے اس زمانے میں انہیں خط لکھنے میں کچھ دقت ہوتی تھی۔ ہم ان کے سیکرٹری کا کام انجام دیتے تھے۔ انہیں اخبار بھی پڑھ کر سناتے تھے۔ ان مصروفیات کی وجہ سے ہمیں بچپن میں بہت فائدہ ہوا۔ اردو انگریزی اخبارات پڑھنے اور خطوط لکھنے کی وجہ سے ہماری استعداد میں کافی اضافہ ہوا۔

ایک اور یاد تازہ ہوئی۔ ہمارے گھر سے ملی ہوئی ایک دکان تھی، جہاں کتابیں کرائے پر ملتی تھیں۔ ایک کتاب کا کرایہ دو پیسے ہوتا۔ وہاں ایک صاحب ہوا کرتے تھے جنہیں سب بھائی صاحب کہتے تھے بھائی صاحب کی دکان میں اردو ادب کا بہت بڑا ذخیرہ جمع تھا۔ ہماری چھٹی ساتویں جماعت کی طالب علمی میں جن کتابوں کا رواج تھا وہ آج کل قریب قریب مفقود ہو چکی ہیں جیسے طلسم ہوشربا، فسانہ آزاد، عبدالحلیم شرر کے ناول وغیرہ۔ یہ سب کتابیں پڑھ ڈالیں اس کے بعد شاعروں کا کلام پڑھنا شروع کیا۔ داغ کا کلام پڑھا میر کا کلام، غالب تو اس وقت بہت زیادہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ دوسروں کا کلام بھی آدھا سمجھ میں آتا تھا اور آدھا نہیں آتا تھا لیکن ان کا دل پہ اثر کچھ عجب قسم کا ہوتا تھا یوں شعر سے لگاؤ پیدا ہوا اور ادب میں دلچسپی ہونے لگی

ہمارے ابا کے منشی گھر کے ایک طرح کے مینجر بھی تھے ہمارا ان سے کسی بات پر اختلاف ہو گیا تو انہوں نے کہا اچھا آج ہم تمہاری شکایت کریں گے کہ تم ناول پڑھتے ہو۔ سکول کی کتابیں پڑھنے کی بجائے چھپ کر انٹ سنت کتابیں پڑھتے ہو۔ ہمیں اس سے بہت ڈر لگا اور ہم نے ان کی بہت منت کی کہ شکایت نہ کریں مگر وہ نہ مانے اور ابا کو شکایت کر ہی دی ابا نے ہمیں بلایا اور کہا میں نے سنا ہے تم ناول پڑھتے ہو میں نے کہا جی ہاں کہنے لگے ناول ہی پڑھنا ہے تو انگریزی ناول پڑھو۔ اردو کے

ناول اچھے نہیں ہوتے۔ شہر کے قلعہ میں جو لائبریری ہے وہاں سے ناول لا کر پڑھا کرو۔

ہم نے انگریزی ناول پڑھنے شروع کر دیے۔ ڈکنس، ہارڈی اور نہ جانے کیا کیا پڑھ ڈالا۔ وہ بھی آدھا سمجھ میں آتا تھا اور آدھا پلے نہ پڑتا تھا۔ اس مطالعہ کی وجہ سے ہماری انگریزی بہتر ہو گئی۔ دسویں جماعت میں پہنچنے تک محسوس ہوا کہ بعض استاد پڑھانے میں کچھ غلطیاں کر جاتے ہیں۔ ہم ان کی انگریزی درست کرنے لگے۔ اس پر ہماری پٹائی تو نہ ہوئی البتہ وہ استاد کبھی خفا ہو جاتے اور کہتے تمہیں ہم سے اچھی انگریزی آتی ہے تو پھر تم ہی پڑھایا کرو ہم سے کیوں پڑھتے ہو۔

اس زمانے میں کبھی کبھی مجھ پر ایک خاص قسم کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ جیسے یکا یک آسمان کا رنگ بدل گیا ہے۔ بعض چیزیں کہیں دور چلی گئیں ہیں۔ دھوپ کا رنگ اچانک حنائی ہو گیا ہے پہلے جو دیکھنے میں آیا تھا، اس کی صورت بالکل مختلف ہو گئی ہے دنیا ایک طرح کی پردہ تصویر کے قسم کی چیز محسوس ہونے لگتی تھی اس کیفیت کا بعد میں بھی کبھی کبھی احساس ہوا ہے مگر اب نہیں ہوتا۔

مشاعرے بھی ہوا کرتے تھے۔ ہمارے گھر سے ملی ہوئی ایک حویلی تھی جہاں سردیوں کے زمانے میں مشاعرے کیے جاتے تھے۔ سیالکوٹ میں پنڈت راج نرائن ارمان ہوا کرتے تھے جو ان مشاعروں کے انتظامات کرتے تھے، ایک بزرگ منشی سراج دین مرحوم تھے۔ علامہ اقبال کے دوست سری نگر میں مہاراجہ کشمیر کے میر منشی وہ صدارت کیا کرتے تھے۔ جب دسویں جماعت میں پہنچے تو ہم نے بھی تک بندی شروع کر دی اور ایک دو مشاعروں میں شعر پڑھ دیئے منشی سراج دین نے ہم سے کہا میاں ٹھیک ہے۔ تم بہت تلاش سے شعر کہتے ہو، مگر یہ کام چھوڑ دو، ابھی تو تم پڑھو لکھو اور جب تمہارے دل و دماغ میں پختگی آ جائے، تب یہ کام کرنا۔ اس وقت یہ تضیع اوقات ہے۔ ہم نے شعر کہنا ترک کر دیا۔

جب ہم مرے کالج سیالکوٹ میں داخل ہوئے اور وہاں پروفیسر یوسف سلیم چشتی اردو پڑھانے آئے جو اقبال کے مفسر بھی ہیں تو انہوں نے مشاعرے کی طرح ڈالی اور کہا طرح پر شعر کہو۔ ہم نے کچھ شعر کہے اور ہمیں بہت داد ملی۔ چشتی صاحب نے منشی سراج دین کے بالکل خلاف مشورہ دیا اور کہا فوراً اس طرف توجہ کرو شاید تم کسی دن شاعر ہو جاؤ۔

گورنمنٹ کالج لاہور چلے گئے جہاں بہت ہی فاضل اور مشفق اساتذہ سے نیاز مندی ہوئی پطرس بخاری تھے، اسلامیہ کالج میں ڈاکٹر تاثیر تھے، بعد میں صوفی تبسم صاحب آ گئے۔ ان کے علاوہ شہر کے جو بڑے ادیب تھے، امتیاز علی تاج تھے، چراغ حسن حسرت، حفیظ جالندھری صاحب تھے، اختر شیرانی تھے، ان سب سے ذاتی مراسم ہو گئے۔ ان دنوں اساتذہ اور طلباء کا رشتہ ادب کے ساتھ ساتھ کچھ دوستی کا سا بھی ہوتا تھا۔ کالج کی کلاسوں میں تو شاید ہم نے کچھ زیادہ نہیں پڑھا۔ لیکن ان بزرگوں کی صحبت اور محبت سے بہت کچھ سیکھا۔ ان کی محفلوں میں ہم پر شفقت ہوتی تھی اور ہم وہاں سے بہت کچھ حاصل کر کے اٹھتے تھے۔

ہم نے اپنے دوستوں سے بھی بہت کچھ سیکھا۔ جب شعر کہتے تو سب سے پہلے خاص دوستوں ہی کو سناتے تھے۔ ان سے داد ملتی تو مشاعروں میں پڑھتے۔ اگر کوئی شعر خود کو پسند نہ آیا یا دوستوں نے کہا نکال دو تو اسے کاٹ دیتے۔ ایم اے میں پہنچنے تک باقاعدہ لکھنا شروع کر دیا تھا۔

ہمارے ایک دوست ہیں خواجہ خورشید انور، ان کی وجہ سے ہمیں موسیقی میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ خورشید انور پہلے تو دہشت پسند تھے، بھگت سنگھ گروپ میں شامل انہیں سزا بھی ہوئی جو بعد میں معاف کر دی گئی۔ دہشت پسندی ترک کر کے وہ موسیقی کی طرف مائل ہوئے۔ ہم دن میں کالج جاتے اور شام کو خورشید انور کے والد خواجہ فیروز الدین مرحوم کی بیٹھک میں بڑے بڑے استادوں کا گانا سنتے۔ یہاں

اس زمانے کے سب ہی استاد آیا کرتے تھے۔ استاد توکل حسین خاں، استاد عبدالوحید خاں، استاد عاشق علی خاں اور چھوٹے غلام علی خاں وغیرہ۔ ان استادوں کے ہم عصر اور ہمارے دوست رفیق غزنوی مرحوم سے بھی صحبت ہوتی تھی۔ رفیق لاء کالج میں پڑھتے تھے۔ پڑھتے تو خاک تھے، بس رسمی طور پر کالج میں داخلہ لے رکھا تھا۔ کبھی خورشید انور کے کمرے میں اور کبھی رفیق کے کمرے میں بیٹھک ہو جاتی تھی۔ غرض اس طرح ہمیں اس فن لطیف سے حظ اندوز ہونے کا کافی موقع ملا۔

جب ہمارے والد فوت ہوئے تو پتہ چلا کہ گھر میں کھانے تک کو کچھ نہیں ہے۔ کئی سال تک دربدر پھرے اور فاقہ مستی کی۔ اس میں بھی لطف آیا، اس لیے اس کی وجہ سے تماشائے اہل کرم دیکھنے کا موقع ملا۔ خاص طور پر اپنے دوستوں سے کالج میں ایک چھوٹا سا حلقہ بن گیا تھا۔ کوئٹہ کے ہمارے دو دوست تھے احتشام الدین اور شیخ احمد حسین ڈاکٹر حمید الدین بھی اس حلقے میں شامل تھے۔ ان کے ساتھ شام کو محفل رہا کرتی۔ جوانی کے دنوں میں جو دوسرے واقعات ہوتے ہیں وہ بھی ہوئے اور ہر کسی کے ساتھ ہوتے تھے۔

گرمیوں میں تعطیلات ہوتیں تو ہم کبھی خورشید انور اور بھائی طفیل کے ساتھ سری نگر چلے جایا کرتے اور کبھی اپنی ہمشیرہ کے پاس لائل پور پہنچ جاتے۔ لائل پور میں باری علیگ اور ان کے گروہ کے دوسرے لوگوں سے ملاقات رہتی۔ کبھی اپنی سب سے بڑی ہمشیرہ کے ہاں دھرم سالہ چلے جاتے۔ جہاں منظر قدرت دیکھنے کا موقع ملتا اور دل پر ایک خاص قسم کا نقش ہوتا۔ ہمیں انسانوں سے جتنا لگاؤ رہا اتنا قدرت کے مناظر اور مطالعہ حسن فطرت سے نہیں رہا۔ پھر بھی ان دنوں میں نے محسوس کیا کہ شہر کے جو گلی محلے ہیں ان میں اپنا ایک حسن ہے جو دریا و صحرا کو ہسار یا سرو و سمن سے کم نہیں۔ البتہ اس کو دیکھنے کے لیے بالکل دوسری طرح کی نظر چاہیے۔

مجھے یاد ہے کہ ہم مستی دروازے کے اندر رہتے تھے۔ ہمارا گھر بالائی سطح پر تھا۔

نیچے بدرو بہتی تھی۔ چھوٹا سا ایک چمن تھا۔ چار طرف باغات تھے۔ ایک رات چاند نکلا ہوا تھا۔ چاندنی بدرو اور اردگرد کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پڑ رہی تھی۔ چاندنی اور سائے یہ سب مل کر کچھ عجیب پراسرار منظر بن گئے تھے۔ چاند کی عنایت سے منظر کی بدوضعی چھپ گئی تھی اور کچھ عجیب ہی قسم کا حسن پیدا ہو گیا تھا۔ جسے میں نے لکھنے کی کوشش بھی کی ہے۔ ایک آدنظم میں منظر کشی کی ہے جب شہر کی گلیوں محلوں اور کٹڑیوں میں کبھی دوپہر کے وقت کبھی شام کے وقت کچھ اس قسم کا روپ آجاتا ہے جیسے معلوم ہو کوئی پرستان ہے۔ نیم شب، چاند، خودفراموشی بام و در خامشی کے بوجھ سے چور وغیرہ اسی زمانے سے متعلق ہیں۔

ایم اے میں پہنچے تو کبھی کلاس میں جانے کی ضرورت ہوئی کبھی بالکل جی نہ چاہا دوسری کتابیں جو نصاب میں نہیں تھیں پڑھتے رہے۔ اس لیے امتحان میں کوئی خاص اعزاز حاصل نہیں کیا، لیکن مجھے معلوم تھا کہ جو لوگ اول دوم آتے ہیں ہم ان سے زیادہ جانتے ہیں خواہ ہمارے نمبر ان سے کم ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ بات ہمارے اساتذہ بھی جانتے تھے۔ جب کسی استاد کا جیسے پروفیسر ڈکنسن یا پروفیسر ہریشن چندر کٹا پالیا تھے، لیکچر دینے کو جی نہ چاہتا تو ہم سے کہتے ہماری بجائے تم لیکچر دو، ایک ہی بات ہے۔ البتہ پروفیسر بخاری بڑے قاعدے کے پروفیسر تھے وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ پروفیسر ڈکنسن کے ذمے انیسویں صدی کا نثری ادب تھا مگر انہیں اس موضوع سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس لیے ہم سے کہا دو تین لیکچر تیار کر لو۔ دوسرے جو دو تین لائق لڑکے ہمارے ساتھ تھے ان سے بھی کہا کہ دو دو تین تین لیکچر تم لوگ بھی تیار کر لو۔ کتابوں وغیرہ کے بارے میں کچھ پوچھنا ہو آ کے ہم سے پوچھ لینا۔ چنانچہ نیم استاد ہم اسی زمانے میں ہو گئے تھے۔

ابتدائی شاعری کے دوران میں یا کالج کے زمانے میں ہمیں کوئی خیال ہی نہ گزرا کہ ہم شاعر بنیں گے۔ سیاست وغیرہ تو اس وقت ذہن میں بالکل ہی نہ تھی۔

اگر چہ اس وقت کی تحریکوں، مثلاً کانگریس تحریک، خلافت تحریک یا بھگت سنگھ کی دہشت پسند تحریک کے اثرات تو ذہن میں تھے مگر ہم خود ان میں سے کسی قصے میں شریک نہیں تھے۔

شروع میں خیال ہوا کہ ہم کوئی بڑے کرکٹر بن جائیں کیونکہ لڑکپن سے کرکٹ کا شوق تھا وہ بہت کھیل چکے تھے۔ پھر جی چاہا استاد بننا چاہیے۔ ریسرچ کرنے کا شوق تھا۔ ان میں سے کوئی بات بھی نہ بنی۔ ہم کرکٹر بنے نہ نقاد اور نہ ریسرچ کیا۔ البتہ استاد ہو کر امرت سر چلے گئے۔

ہماری زندگی کا شاید سب سے خوشگوار زمانہ امرت سر ہی کا تھا اور کئی اعتبار سے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ جب ہمیں پہلی دفعہ پڑھانے کا موقع ملا تو بہت لطف آیا، اپنے طلبا سے دوستی کا لطف، ان سے ملنے اور روزمرہ کی رسم وراہ کا لطف، ان سے کچھ سیکھنے اور انہیں پڑھانے کا لطف، ان لوگوں سے دوستی اب تک قائم ہے۔ دوسرے یہ کہ اس زمانے میں کچھ سنجیدگی سے شعر لکھنا شروع کیا۔ تیسرے یہ کہ امرت سر ہی میں پہلی بار سیاست میں تھوڑی بہت بصیرت اپنے کچھ رفقاء کی وجہ سے پیدا ہوئی جن میں محمود الظفر تھے، ڈاکٹر رشید جہاں تھیں۔ بعد میں ڈاکٹر تاثیر آ گئے تھے۔ یہ ایک نئی دنیا ثابت ہوئی۔ مزدوروں میں کام شروع کیا۔ سول لبرٹیز کی ایک انجمن بنی تو اس میں کام کیا۔ ترقی پسند تحریک شروع ہوئی تو اس کی تنظیم میں کام کیا۔ ان سب سے ذہنی تسکین کا ایک بالکل نیا میدان ہاتھ آیا۔

ترقی پسند ادب کے بارے میں بحثیں شروع ہوئیں اور ان میں حصہ لیا۔ ادب لطیف کی ادارت کی پیش کش ہوئی تو دو تین برس اس کا کام کیا۔ اس زمانے میں لکھنے والوں کے دو بڑے گروہ تھے۔ ایک ادب برائے ادب والے دوسرے ترقی پسند تھے۔ کئی برس تک ان دونوں کے درمیان بحثیں چلتی رہیں جس کی وجہ سے کافی مصروفیت رہی جو بجائے خود ایک بہت ہی دلچسپ اور تسکین دہ تجربہ تھا۔ برصغیر میں

ریڈیو شروع ہوا ریڈیو میں ہمارے دوست تھے۔ ایک سید رشید احمد تھے جو ریڈیو پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل ہوئے۔ دوسرے سومناتھ چپ تھے، جو آج کل ہندوستان میں شعبہ سیاحت کے سربراہ ہیں۔ دونوں باری باری سے لاہور کے اسٹیشن ڈائریکٹر مقرر ہوئے ہم اور ہمارے ساتھ شہر کے دو چار اور ادیب ڈاکٹر تاثیر، حسرت، صوفی صاحب اور ہری چند اختر وغیرہ، ریڈیو اسٹیشن آنے جانے لگے۔ اس زمانے میں ریڈیو کا پروگرام ڈائریکٹر آف پروگرامز نہیں بناتا تھا۔ ہم لوگ مل کر بنایا کرتے تھے۔ نئی نئی باتیں سوچتے تھے۔ ان دنوں ہم نے ڈرامے لکھے، فیچر لکھے دو چار کہانیاں لکھیں، یہ سب ایک مستقل مشغلہ تھا۔ رشید جب دلی چلے گئے تو ہم دہلی جانے لگے۔ وہاں نئے نئے لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ دہلی اور لکھنو کے لکھنے والے گروہوں سے شناسائی ہوئی۔ مجاز، سردار جعفری، جاں نثار اختر، جذبی اور مخدوم مرحوم سے ریڈیو کے توسط سے رابطہ پیدا ہوا جس سے دوستی کے علاوہ بصیرت اور سوجھ بوجھ میں طرح طرح کے اضافے ہوئے۔ وہ سارا زمانہ مصروفیت کا بھی تھا اور ایک طرح سے بے فکری کا بھی

(نا تمام)

فیض سے میری پہلی ملاقات

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم

سن 1929ء تھا اور اکتوبر کا مہینہ مجھے سنٹرل ٹریننگ کالج سے گورنمنٹ کالج میں آئے ہوئے کوئی تین ہفتے گزرے تھے۔ سابقہ درس گاہ کی خشک تدریسی فضا اور ضبط و نظم سے طبیعت گھٹی گھٹی سی تھی۔ نئے کالج میں آتے ہی طبیعت میں انبساط کی لہر دوڑ گئی۔ ادب و شعر کا شوق پھر سے ابھرا۔ چنانچہ بزم سخن کی وساطت سے ایک بڑے مشاعرے کی صدارت پروفیسر پطرس بخاری کے سپرد ہوئی۔ شام ہوتے ہی کالج کا ہال طلبہ سے بھر گیا۔ سٹیج کے ایک طرف نیاز مندان لاہور اپنی پوری شان سے براجمان تھے۔ مقابل میں لاہور کی تمام ادبی انجمنوں کے نمائندے صف آراء تھے۔ دونوں جانب سے خوش ذوقی اور حریفانہ شگفتگی ایک دوسرے کا خیر مقدم کر رہی تھی۔

روایتی دستور کے مطابق صدر نے اپنے کالج کے طلباء سے شعر پڑھانے کا اعلان کیا۔ وہ ایک برخوردار آئے اور بڑے ادب و انکسار سے کلام پڑھ کر چلے گئے۔ اچانک ایک دبلا پتلا، مختنی سا لڑکا سٹیج پر نمودار ہوا، سیاہ رنگ، سادہ لباس، انداز میں متانت بلکہ خشونت، چہرے پر اجنبی ہونے کا شدید احساس، ادھر ادھر کچھ چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اتنے میں اس نے کہا عرض کیا ہے، کلام میں ابتداء مشق کے باوجود پختگی اور اسلوب میں برجستگی تھی۔ سب نے داد دی۔ یہ حفیظ ہوشیار پوری تھے۔

پھر ایک نوجوان آئے، گورے چٹے، کشادہ جبیں، حرکات میں شیریں روانی،

آنکھیں اور لب بیک وقت ایک نیم تبسم میں ڈوبے ہوئے۔ شعر بڑے ڈھنگ اور تمکنت سے پڑھے۔ اشارے ہوئے، پطرس نے کچھ معنی خیز نظروں میں لاہور کے نیازمندوں سے باتیں کیں اور ان کی نیم خاموشی کو رضا سمجھ کر دونوں نوجوانوں کو دوبارہ اسٹیج پر بلایا۔ نیا کلام سنا۔ فیض صاحب نے غزل کے علاوہ ایک نظم بھی سنائی۔ غزل اور نظم دونوں میں سوچ کا انداز اور بیان کا اچھوتا اسلوب تھا۔

مشاعرہ ختم ہوا۔ قرار پایا کہ احباب ان دونوں کو ہمراہ لے کر غریب خانے پر جمع ہوں۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ انہیں بورڈنگ میں پہنچنا تھا۔ بخاری صاحب نے ان کی غیر حاضری کا ذمہ لیا اور پھر گھنٹہ بھر کے لیے شعر و سخن کی صحبت قائم رہی۔ یہ ان کی طبع آزمائی کا امتحان نہیں، اساتذہ کی حوصلہ افزائی کا امتحان تھا۔ دونوں کامیاب رہے۔

ابھی پورا مہینہ نہیں گزرا تھا کہ کالج کے امتحانات کا آغاز ہوا جس دن کی میں بات کر رہا ہوں اس دن پطرس کالج ہال میں مہتمم امتحانات تھے اور ہم جیسے نو تجربوں کو چھوٹے کمرے سپرد کیے گئے تھے۔ مجھے کالج کی دوسری منزل میں متعین کیا گیا۔ یہاں ایم اے انگلش کے طلبہ تھے اور ان میں فیض احمد فیض بھی تھے۔

امتحان کا کمرہ مقام احترام ہوتا ہے۔ امیدواروں کے ذہنی امتحان کے ساتھ ساتھ ضبط و نظم کا امتحان بھی ہوتا ہے۔ سگریٹ نوشی ممنوع تھی۔ میں نے اپنی عادت کو دبانے کے لیے پان کا انتظام کر لیا تھا۔ مگر فیض صاحب کبھی سوالات کے پرچے پر نظر ڈالتے اور کبھی میری طرف نیم متبسم نظروں سے دیکھتے اور پھر قلم کو اٹھا کر سر کو کھجاتے اور کبھی خاموشی سے اپنے پڑوسیوں کی مزاج پرسی کرتے، میں کبھی کبھی ان کا بایاں ہاتھ ایسے حرکت کرتا جیسے وہ کسی نامعلوم شے کو ٹٹول رہا ہیں۔ میں سوچ رہا تھا، وہ اٹھے اور کہا ہمیں یہاں سگریٹ پینے کی اجازت ہے۔ میں نے کہا میں ابھی بتاتا ہوں۔

اتنے میں پطرس مختلف کمروں کا معائنہ کرتے کرتے میرے کمرے کے باہر آ کر کھڑے ہو گئے۔ میں تعظیماً پلیٹ فارم سے اتر کر دروازے پر پہنچا، پوچھا سب کچھ ٹھیک ہے

میں نے کہا جی!

میں نے عرض کیا پروفیسر صاحب (میں انہیں پروفیسر صاحب کہا کرتا تھا) بعض طلبہ سگریٹ پینا چاہتے ہیں اجازت ہے

پطرس نے میرے کان میں دبی آواز میں کہا

جب تک پروفیسر جودھ سنگھ اس کالج کے پرنسپل نہیں بنتے، اس وقت تک پی سکتے ہیں اور پھر مسکرا کر چلے گئے۔

میں نے اندر آتے ہی فیض صاحب کی طرف دیکھا اور اشاروں سے سگریٹ نوشی کا اعلان کیا۔ فیض صاحب کے ہاتھ میں فی الفور ایک سگریٹ نمودار ہوا جیسے قلم ہی سے ابھر آیا ہے۔

پھر قلم کے رش اور سگریٹ کے کش میں مقابلہ شروع ہوا اور اس کشمکش میں معطر دھوئیں کے غبارے پورے کمرے میں پھیل گئے۔ میں معلم تھا، ضبط نظم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا بیٹھا رہا اور قوام دار پان کو چھوڑ کر اس خوشبو سے اپنے ذوق سگریٹ نوشی کی تسکین میں محو ہو گیا۔

کیا معلوم تھا کہ دھوئیں کے یہ غبارے کالج کی چار دیواری سے دور دور تک فضا میں پھیل جائیں گے اور ان میں سگریٹ پینے والے کے معطر انفاس کی خوشبوئیں بھی لہرائیں گی اور ہنر و فن اور ادب کی دنیا کو اپنے آغوش میں لے لیں گی۔

ملامتی صوفی

اشفاق احمد

میرا اور فیض صاحب کا نظریاتی اختلاف ہے۔ میں ایک شرعی آدمی ہوں اور فیض صاحب ملامتی صوفی ہیں۔ تاریخ میں ڈھونڈنے سے آپ کو کوئی ایسی مثالیں مل جائیں گی جہاں ایک شرعی اور صوفی کی دوستی ہو گئی اور دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر آخری منزلیں طے کیں۔ لیکن ایک شرعی آدمی کی کسی ملامتی سے دوستی نہیں ہوئی۔ فیض صاحب نے صوفی ازم کا اکتساب کسی سلسلہ میں بیعت کر کے نہیں کیا۔ نا ہی میرے اندازہ اور تحقیق کے مطابق انہوں نے وردووظیفہ یا چلہ کشی کی ہے۔ انہوں نے صوفیا کا ایک تیسرا راستہ اختیار کیا ہے جو مجاہدے پر محیط ہے، اسی کو بزرگان دین ادب اور تواضع کا نام دیتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ ایک دم میں ولایت حاصل کرنے کے لیے ادب اور خدمت کو اختیار کرنا چاہیے۔ بزرگان دین اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ طریق تصوف کے طالب کو چاہیے کہ ادب ظاہری اور باطنی کو نگاہ میں رکھے۔ ادب ظاہری یہ ہے کہ مخلوق خدا کے ساتھ بحسن ادب و مال تواضع اور اخلاق کے ساتھ پیش آوے اور ادب باطنی یہ ہے کہ تمام اوقات و احوال و مقامات میں باحق رہے۔ حسن ادب ظاہر سرنامہ ادب باطن کا ہے اور حسن ادب ترجمان عقل ہے اور عقل چراغ راہ کے صداقت کے تیل سے منور ہے۔

یہ ادب، یہ صبر، ایسا دھیما پن، اس قدر درگزر، کم سخنی اور احتجاج سے گریز۔ یہ صوفیوں کا کام ہیں۔ ان سب کو فیض صاحب نے اپنے دامن میں سمیٹ رکھا ہے۔

اوپر سے ملامتی رنگ یہ اختیار کیا ہے کہ اشتراکیت کا گھنٹہ بجاتے پھرتے ہیں کہ کوئی قریب نہ آئے اور محبوب کا راز نہ کھل جائے۔ واہ بابا ٹل واہ! کیا کہنے! چوری کر، تے بھن گھر رب دا اوس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ۔

میرا تعلق چونکہ اونچے خانوادے سے ہے اور میں مسلمان بادشاہوں کا پرستار ہوں اور ملوکیت کو ہی اسلام سمجھتا ہوں، اس لیے میری اور بابا ٹل کی نہیں بن سکتی۔ لیکن کبھی اکیلے بیٹھے بیٹھے، خاموش اور چپ چاپ، میں سوچا کرتا ہوں کہ اگر فیض صاحب حضور سرور کائنات ﷺ کے زمانے میں ہوتے تو ان کے چہیتے غلاموں میں سے ہوتے۔ جب بھی کسی بدزبان تندخو، بداندیش یہودی دکاندار کی درازدستی کی خبر پہنچتی تو حضور ﷺ کبھی کبھی ضرور فرماتے آج فیض کو بھیجو، یہ بھی دھیما ہے، صابر ہے، بردبار ہے، احتجاج نہیں کرتا پتھر بھی کھالیتا ہے۔ ہمارے مسلک پر عمل کرتا ہے؟

فیض سے میری رفاقت

شیر محمد حمید

1929ء کی بات ہے کہ میں گورنمنٹ کالج لاہور میں تیسرے سال کا طالب علم تھا۔ چوہدری نبی احمد اور آغا عبدالحمید میرے دوست تھے۔ ہم سب نیو ہاسٹل میں رہتے تھے۔ ہر شام ہم سیر کو نکلتے تو ایک نوجوان کو دیکھتے جو باہر جنگلے کے پاس تنہا کھڑا گردو پیش سے بے خبر کالج ٹاور کی سمت نظریں جمائے، دور کہیں افق کی بلندیوں کو دیکھ رہا ہوتا۔ اس کا سراپا دلکش اور محویت جاذب توجہ تین چار دنوں کے بعد نبی احمد کے ذوق جستجو نے ہمیں اس نوجوان سے ہم کلام ہونے پر آمادہ کرلیا۔ قریب جا کر نبی احمد نے پوچھا معاف کیجئے گا، آپ کون ہیں اور یوں گم سم تنہا کھڑے کیا دیکھا کرتے ہیں۔ نوجوان محویت کے عالم سے چونکا اور کہنے لگا میرا نام فیض ہے، میں نے مرے کالج سیالکوٹ سے ایف اے پاس کر کے یہاں تھرڈ ائیر میں داخلہ لیا ہے۔ یہاں میرا کوئی واقف آشنا نہیں ہے! نبی احمد نے معاً کہا۔ آیئے آج سے آپ ہمارے دوست ہیں۔ یہ شیر محمد ہیں، یہ آغا حمید ہیں، یہ بھی آپ کے ہم جماعت ہیں۔ وہ دن اور آج کا دن، ایک کم پچاس برس بیت چکے ہیں، زندگی ہزاروں نشیب وفراز سے گزری فیض کی دوستی کا وہ بندھن بدستور برقرار ہے، اور یہ دوستی ہمارے لیے فخر ومسرت کا باعث رہی ہے۔

فیض کے والد خان بہادر سلطان محمد خاں سیالکوٹ کے سرکردہ وکیل، معزز ومخیر شہری، ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیئرمین تھے۔ وجاہت وشرافت کا پیکر تھے گھر میں ہر طرح کی آسودگی تھی۔ فیض نے ناز ونعمت میں آنکھ کھولی تھی لاڈ پیار میں پرورش اور

گھریلو رکھ رکھاؤ اور ناز برداریوں میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ لاہور آئے تو ماحول مختلف پایا۔ کچھ گھٹے گھٹے رہتے۔ ہمیں کافی جدوجہد کرنا پڑی کہ فیض اپنے خول سے باہر نکلیں۔ چھ سات ماہ کے بعد ہم کامیاب ہوئے اور فیض حلقہء احباب میں چہچہانے لگے۔

وہ زمانہ گورنمنٹ کالج کا سنہری دور تھا۔ بڑے بڑے نامور اساتذہ مختلف شعبوں کے سربراہ تھا۔ پروفیسر لینگ ہارن انگریزی کے صدر شعبہ تھے۔ تھرڈ ائیر کے امتحان میں انہوں نے ہمارے انگریزی کے پرچے دیکھے۔ پرچے واپس ملے تو فیض کے پرچے پر ایک سو پینسٹھ نمبر درج تھے، کسی طالب علم نے پروفیسر صاحب سے پوچھا ان کو ڈیڑھ سو میں سے ایک سو پینسٹھ نمبر کیسے مل گئے۔ جواب ملا Because I Could not give more فیض کی انگریزی دانی کے متعلق ایک نامور انگریز استاد کے یہ الفاظ سند رہیں گے۔

انہی دنوں پطرس بخاری کیمبرج سے فارغ التحصیل ہو کر گورنمنٹ کالج آئے۔ کالج کی علمی و ادبی دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ بخاری اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ان کی دلفریب شخصیت کا پرتو کالج کے ہر شعبے پر پڑا۔ کالج میں بزم سخن نام کی ایک اردو انجمن موجود تھی۔ اس کے اجلاس مشاعروں اور رسمی تقریب تک محدود تھے۔ بخاری صاحب نے نا کافی سمجھ کر مجلس کے نام سے ایک نئی انجمن کا اجراء کیا۔ اردو علم و ادب سے شغف رکھنے والے طلبہ کو چن چن کر اس کا رکن بنایا۔ فیض، راشد، آغا حمد، نبی احمد، حفیظ ہوشیار پوری اور یہ خاکسار اس کے بانی اراکین میں سے تھے۔ طالب علموں کے علاوہ بخاری صاحب کے ایماء اور دعوت پر لاہور کے برگزیدہ ادیب و دانشور شریک مجلس ہوتے۔ ڈاکٹر تاثیر، مولانا سالک، امتیاز علی تاج، صوفی تبسم، چراغ حسن حسرت، بالالتزام اور حفیظ جالندھری کبھی کبھار تشریف لاتے۔ اجلاس اکثر و بیشتر بخاری کے دولت کدے پر ہوتے۔ ایک طالب علم مقالہ

پڑھتا، ایک دو نظم یا غزل پیش کرتے پھر سوال و جواب، تنقید و تبصرے کا دور چلتا۔ صاحب مقالہ کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی اور نئے نئے گوشوں کی طرف رہنمائی بھی۔ موضوع کے ہر پہلو کو کھنگالا جاتا۔ اور مشرق و مغرب کے اسالیب تنقید، قدیم و جدید اصولوں کے معیار پر پرکھا جاتا۔ غرض کوئی زاویہ، کوئی پہلو نظر انداز نہ کیا جاتا۔ اس دوران زمام بحث اکثر بخاری کے چابک دست ہاتھوں میں رہتی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے کی یہ نشست مہینوں کی دیدہ ریزی پر حاوی ہوتی۔ ہم لوگ انشراح قلب کی کیفیت لیے واپس لوٹتے۔ یہ بخاری کی کرشمہ زائی تھی کہ مدفون امکانات کو اجاگر کر کے فیض اور راشد جیسے نامور اکابر مجلس نے پیدا کیے۔

فیض میں شاعری کا مادہ فطری و وہبی تھا۔ ہم لوگوں میں فیض کی صحبت اور بخاری، تاثیر اور تبسم جیسے جید اساتذہ کے التفات نظر کے باعث شعر و ادب سے کچھ لگن پیدا ہو گئی۔ احباب کا حلقہ وسیع ہو چکا تھا۔ ہر شام ہوسٹل کے کسی کمرہ میں محفل مشاعرہ برپا کر بیٹھتے۔ طرح مصرع پر ہر کوئی دو چار شعر لکھ کر لاتا۔ محفل کے اختتام پر ہر غزل میں سے شعر انتخاب کر کے ایک غزل مرکب تیار کر لیتے جو کالج کے مجلّہ راوی میں احباب کے نام سے چھپتی۔ ظاہر ہے اس غزل مرکب میں حصہ وافر فیض کا ہوتا۔ راوی احباب کا عنوان سے ایک طنزیہ فیض نے راوی میں لکھا تھا جو اب ان کی کتاب متاع لوح و قلم میں شامل ہے۔

فیض کی شاعری پروان چڑھتی رہی۔ بین الکلیاتی مشاعروں میں فیض اکثر انعامات سمیٹتے رہے۔ ابھی کالج کا زمانہ تھا کہ فیض صف شاگرداں سے اٹھ کر مجلس اساتذہ میں شریک ہو گئے اور بخاری، تاثیر اور تبسم کے احباب میں جگہ پالی۔

ہم فورتھ ائیر میں تھے۔ دسمبر کی چھٹیوں میں فیض کی ہمشیرہ کی شادی تھی، وہ سیالکوٹ چلے گئے، ان کے والد اس تقریب کی تیاری میں مصروف تھے۔ جس صبح برات کو آنا تھا اسی رات حرکت قلب بند ہو جانے سے ان کا انتقال ہو گیا۔ اس

قیامت کا اندازہ کیجئے جو اس ناگہانی موت سے ان کے خاندان پر گزر گئی۔ فیض نے ایک فقرہ کا خط لکھا تمہارا فیض یتیم ہو گیا ان حشر سامانیوں کو کون سمجھے جو اس ایک فقرہ کی تہہ میں موجود ہیں۔ اس سانحہ عظیم نے گویا زندگی کی بساط الٹ دی۔ فیض کی زندگی کی کایا پلٹ گئی۔ اس کے قلب و ذہن میں ایک انقلاب آ گیا۔

اچانک گرفتاری، خوف و دہشت کی فضاء، قید تنہائی اور پھر سنٹرل جیل میں مقدمے کی سماعت، عجب گومگو کا عالم تھا۔ فیض کے اعزہ اور اقرباء دوست احباب سب پریشان تھے۔ فیض کے بڑے بھائی حاجی طفیل احمد، جو میرے بھی کرم فرما تھے، حیدر آباد جیل میں فیض سے ملاقات کو گئے اور وہیں حرکت قلب رک جانے سے انتقال کر گئے۔ میں تعزیت اور دلجوئی کے لیے فیض سے ملنے حیدر آباد گیا۔ جیل کے اندر ملاقات ہوئی میرا خیال تھا کہ مقدمے کی سنگینی، جیل کی مصیبت اور اب شفیق بھائی کی ناگہانی موت نے فیض کو سخت مضمحل اور بدحال کر رکھا ہوگا۔ میں یہ دیکھ کر متعجب رہ گیا کہ فیض کی ظاہری شکل وصورت میں کسی غیر معمولی تبدیلی کے آثار نظر نہ آئے۔ اضمحلال و پریشانی کا کوئی خاص نشان نہ تھا۔

فیض ٹھنڈے مزاج کے بے حد صلح پسند آدمی ہیں۔ بات کتنی بھی اشتعال انگیز ہو، حالات کتنے بھی ناسازگار ہوں، وہ نہ برہم ہوتے ہیں اور نہ مایوس۔ سب کچھ تحمل اور خاموشی سے برداشت کر لیتے ہیں۔ نہ کسی کا گلہ نہ چڑ چڑاہٹ نہ بدگوئی۔ میں نے فیض کو نہ کبھی طیش میں دیکھا ہے اور نہ کبھی کسی کا شکوہ شکایت کرتے سنا ہے۔ ان کے دل کی گہرائیوں میں لاکھ ہیجان برپا ہوں، چہرے پر برہمی کی یا پریشانی کی کوئی لکیر نظر نہ آئے گی۔ فیض کا ظرف کتنا وسیع ہے۔ سمندر کی تہہ میں طوفانوں کی رستا خیز ہے، سطح پر سکون ہے۔ یہ عظمت ہر کسی کو کہاں نصیب!

ہر معتدل آدمی کی طرح فیض پر بھی عشق و محبت کے حادثے گزرے ہیں۔ کچھ عام نوعیت کے رومانی واقعات جن کا دیرپا اثر فیض کی زندگی اور شاعری پر نہیں پڑا۔

لیکن دو ایک وارداتیں اس قدر شدید تھیں کہ فیض کے قلب وجگر کو گرما کے رکھ گئیں۔ نقش فریادی کی نظمیں رقیب سے، ایک راہ گزر پر، ایک ایسے ہی حادثہ کی یادگار ہیں جس کا اختتام مرگ سوز محبت پر ہوا۔ ایسے حادثے ہر کسی پر گزرتے ہیں لیکن فیض جیسے حسن بیں اور حسن آفریں حساس فنکار پر ان کے جو گہرے اثرات مرتب ہوئے ان کا سراغ جابجا ان کی شعری تخلیقات میں مل جاتا ہے۔

یہاں سے اس کی سوچ اور فکر کے ساتھ ساتھ اس کی شاعری نے بھی نیا رخ اختیار کیا، غم جاناں کے ساتھ غم روزگار کا جاں گسل پیوند لگ جانے سے سوچ کے دھارے نئی سمت میں بہنے لگے۔

فیض نے انگریزی اور عربی میں ایم اے کر لینے کے بعد ایم اے او کالج میں انگریزی کے استاد کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ وہاں ڈاکٹر تاثیر بطور پرنسپل اور صاحب زادہ محمود الظفر بطور وائس پرنسپل آ گئے۔ صاحب زادہ کی معروف رفیقہ حیات ڈاکٹر رشیدہ جہاں اور ان کے زمرہ کے دوسرے لوگوں سے میل جول بڑھا تو فکر و نظر کو اور وسعت ملی۔ ترقی پسند مصنفین کی انجمن کا اجراء انہی دنوں ہوا۔ فیض اس کے بانی رکن ہیں۔ اب وہ غم جاناں اور غم روزگار سے گزر کر غم وطن اور غم جہاں کی سنگلاخ راہوں پر چل نکلے۔ اپنی ذات کا دکھ عالمگیر دکھ کے سامنے ہیچ اور اس آفاقی دکھ کا ایک معمولی حصہ نظر آیا۔ فیض وطن دوستی اور انسان دوستی کی جس راہ پر گامزن ہوئے اس میں ہزار آفتوں کا سامنا تھا، جسم و جان کی قربانیاں درکار تھیں۔ الحمدللہ کہ فیض کسی مصیبت کا سامنا کرنے سے نہیں ہچکچایا۔ نگار وطن کی حرمت آزادی اور پھر تزئین و تجمیل کے شوق نے جس جس قربانی کا تقاضا کیا، پیش کر دی۔ یہ راہ طویل بھی ہے اور کٹھن بھی، لیکن راہرو عشق کے قدموں میں نہ تغزش آئی اور نہ تھکن محسوس کی۔

تحریک آزادی کا یہ جیالا تحریک پاکستان کے معرکوں میں بھ ہراول رہا۔

پاکستان ٹائمز کے اجراء پر مدیر اعلیٰ مقرر ہوا تو صحافتی محاذ پر قلمی جہاد کے معرکے سر کرتا رہا، پاکستان معرض وجود میں آیا تو تعمیر وطن کے مراحل سامنے آئے۔ جس پاکستان کے خواب دیکھے تھے ان کی تعبیر حسب مراد نظر نہ آئی تو احتجاج کی صدا بلند کی۔ اور ارباب اقتدار کو یہ طرز نوا پسند نہ آئی تو سازش کیس میں دھر لیے گئے اور قید و بند کے مصائب جھیلنا پڑے۔ سازش کیس کا معما کیا تھا۔ اس کے متعلق نہ کبھی ہم نے دریافت کیا اور نہ ہی فیض نے بتایا۔ معلوم یہی ہوتا ہے کہ

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

میرے نزدیک فیض کی زندگی کے اہم ترین واقعات میں ایلس جارج سے ان کی شادی ہے۔ یہ بظاہر ایک مشرقی نوجوان کا ایک فرنگی نژاد خاتون سے نکاح ہے۔ ایسے نکاح آئے دن ہوتے رہتے ہیں، لیکن حقیقتاً یہ مشرقی قلب و روح اور مغربی جسم و دل کا وہ بار آور پیوند ہے جس نے مشرق و مغرب کی رعنائیاں یک جا کر دی ہیں۔ فیض ایک لاابالی، بے نیاز این و آں اور خود فراموش سا نوجوان تھا۔ ایلس نے اس کی زندگی میں ترتیب اور سنوار پیدا کر دی۔ اس کی بے قرار روح کو ایک حسین قالب میسر آ گیا۔ ایلس نے مغرب اور اس کی تہذیبی روایات کو خیر باد کہہ کر مشرق اور اس کی ثقافتی اقدار کو اپنا لیا۔ دیس کے ساتھ بھیس اور وطن کے ساتھ زبان تک بدل لی۔ مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ ایلس نے فیض کے فکر و نظر، جذبات و حیات اور آدرش تک اپنا لیے۔ قید و بند کی جن جن آزمائشوں سے فیض گزرے ہیں، ایلس کی غم خواری اور حوصلہ مندی کے بغیر ان جان لیوا مراحل سے یوں اعتماد اور یقین محکم کے ساتھ گزرنا مشکل تھا۔

فیض کا پیدائشی شہر سیالکوٹ ہے۔ رہائشی شہر لاہور کہہ لیجئے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ لائل پور سے بھی ان کو نسبت خاص ہے۔ ان کی جوانی کی کئی حسین یادیں اس شہر

سے وابستہ ہیں ان کیمداح اور پرستار ملک کے اندر اور باہر ہر جگہ موجود ہیں۔ لیکن لائل پور کے باسی ان سے دوگونہ التفات کے مستحق ہیں۔ اس لیے یہ آرزو کرنا کوئی بڑی جسارت نہ ہوگی کہ فیض ہمیں دل کے کسی محفوظ اور مخصوص گوشے میں جگہ دیے رکھیں۔

گماں مبر کہ بپایاں رسید کار مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

اقبال

All rights reserved
©2002-2006

اشعار

جو پیرہن میں کوئی تار محتسب سے بچا
دراز دستیء پیر مغاں کی نذر ہوا
اگر جراحت قاتل سے بخشوا لائے
تو دل سیاست چارہ گراں کی نذر ہوا

❖❖❖

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

جس روز قضا آئے گی

کس طرح آئے گی جس روز قضا آئے گی
شاید اس طرح کہ جس طور کبھی اول شب
بے طلب پہلے پہل مرحمت بوسہ لب
جس سے کھلنے لگیں ہر سمت طلسمات کے در
اور کہیں دور سے انجان گلابوں کی بہار
یک بیک سینہ مہتاب کو تڑپانے لگے

شاید اس طرح کہ جس طور کبھی آخر شب
نیم وا کلیوں سے سر سبز سحر
یک بیک حجرۂ محبوب میں لہرانے لگے
اور خاموش دریچوں سے بہ ہنگام رحیل
جھنجھناتے ہوئے تاروں کی صدا آنے لگی

کس طرح آئے گی جس روز قضا آئے گی
شاید اس طرح کہ جس طور تہ نوک سناں
کوئی رگ واہمہ درد سے چلانے لگے
اور قزاق سناں دست کا دھندلا سایہ
از کراں تابہ کراں دہر پہ منڈلانے لگے

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

جس طرح آئے گی جس روز قضا آئے گی

خواہ قاتل کی طرح آئے کہ محبوب صفت

دل سے بس ہو گی یہی حرف وداع کی صورت

للہ الحمد بانجام دل دل زدگاں

کلمۂ شکر بنام لب شیریں دہناں

۱۹۷۲ء

❖❖❖

All rights reserved.
©2002-2006

❖

ہم نے سب شعر میں سنوارے تھے
ہم سے جتنے سخن تمہارے تھے

رنگ و خوشبو کے، حسن و خوبی کے
تم سے تھے جتنے استعارے تھے

تیرے قول و قرار سے پہلے
اپنے کچھ اور بھی سہارے تھے

جب وہ لعل و گہر حساب کیے
جو ترے غم نے دل پہ وارے تھے

میرے دامن میں آ گرے سارے
جتنے طشتِ فلک میں تارے تھے

عمرِ جاوید کی دعا کرتے
فیض اتنے وہ کب ہمارے تھے

1972ء

❖❖❖

قطعہ

ہزار درد شب آرزو کی راہ میں ہے
کوئی ٹھکانہ بتاؤ کہ قافلہ اترے
قریب اور بھی آؤ کہ شوق دید مٹے
شراب اور پلاؤ کہ کچھ نشہ اترے

1972ء

اشک آباد کی شام

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

جب سورج نے جاتے جاتے
اشک آباد کے نیلے افق سے
اپنے سنہری جام
میں ڈھالی
سرخی اول شام
اور یہ جام
تمہارے سامنے رکھ کر

☆ اشک آباد ترکمان جمہوریہ کا صدر مقام ہے

تم سے کیا کلام
کہا پرنام
اٹھو
اور اپنے تن کی سیج سے اٹھ کر
اک شیریں پیغام
ثبت کرو اس شام
کسی کے نام
کنار جام
شاید تم یہ مان گئیں اور تم نے

اپنے لب گلفام

کیے انعام

کسی کے نام

کنار جام

یا شاید

تم اپنے تن کی سیج پہ سج کر

تمھیں یوں محو آرام

کہ رستہ تکتے تکتے

بجھ گئی شمع جام

اشک آباد کے نیلے افق پر

غارت ہو گئی شام

1972ء

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

مرے درد کو جو زباں ملے

مرا درد نغمہ بے صدا
مری ذات ذرہ بے نشاں
مرے درد کو جو زباں ملے
مجھے اپنا نام و نشاں ملے
مری ذات کا جو نشاں ملے
مجھے راز نظم جہاں ملے
جو مجھے یہ راز نہاں ملے
مری خامشی کو بیاں ملے
مجھے کائنات کی سروری
مجھے دولت دو جہاں ملے

1972ء

❖❖❖

پاؤں سے لہو کو دھو ڈالو

ہم کیا کرتے کس رہ چلتے
ہر راہ میں کانٹے بکھرے تھے
ان رشتوں کے جو چھوٹ گئے
ان صدیوں کے یارانوں کے
جو اک اک کر کے ٹوٹ گئے
جس راہ چلے، جس سمت گئے
یوں پاؤں لہولہان ہوئے
سب دیکھنے والے کہتے تھے
یہ کیسی ریت رچائی ہے
یہ مہندی کیوں لگائی ہے
وہ کہتے تھے، کیوں قحط وفا
کا ناحق چرچا کرتے ہو
پاؤں سے لہو کو دھو ڈالو!
یہ راہیں جب اٹ جائیں گی
سو رستے ان سے پھوٹیں گے
تم دل کو سنبھالو جس میں ابھی
سو طرح کے نشتر ٹوٹیں گے

1973ء

❖❖❖

سجاد ظہیر کے نام

نہ اب ہم ساتھ سیرِ گل کریں گے
نہ اب مل کر سرِ مقتل چلیں گے
حدیثِ دلبراں باہم کریں گے
نہ خونِ دل سے شرحِ غم کریں گے
نہ لیلائے سخن کی دوست داری
نہ غم ہائے وطن پر اشکباری
سنیں گے نغمۂ زنجیر مل کر
نہ شب بھر مل کے چھلکائیں گے ساغر
بنامِ شاہدِ نازک خیالاں
بیادِ مستیِ چشمِ غزالاں
بنامِ انبساطِ بزمِ رنداں
بیادِ کلفتِ ایامِ زنداں

صبا اور اس کا انداز تکلم
سحر اور اس کا آغاز تبسم
فضا میں ایک ہالہ سا جہاں ہے
یہی تو مسند پیر مغاں ہے
سحر گہ اب اسی کے نام ساقی
کریں اتمام دور جام ساقی
بساط بادۂ و مینا اٹھا لو
بڑھا دو شمع محفل بزم والو
پیو اب ایک جام الوداعی
پیو اور پی کے ساغر توڑ ڈالو

دہلی ستمبر 1973ء

اے شام مہرباں ہو!

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

اے شام مہرباں ہو
اے شام شہر یاراں
ہم پہ مہرباں ہو
دوزخی دوپہر ستم کی
بے سبب ستم کی
دوپہر درد غیظ و غم کی
بے زباں درد و غیظ و غم کی
اس دوزخی دوپہر کے تازیانے
آج تن پر دھنک کی صورت
قوس در قوس بٹ گئے ہیں
زخم سب کھل گئے ہیں
داغ جانا تھا چھٹ گئے ہیں
ترے توشے میں کچھ تو ہوگا
مرہم درد کا دوشالہ
تن کے اس انگ پر اڑھا دے
درد سب سے سوا جہاں ہو
اے شام مہرباں ہو

اے شامِ شہر یاراں

ہم پہ مہرباں ہو

دوزخی دشتِ نفرتوں کے

بے درد نفرتوں کے

کرچیاں دیدۂ حسد کی

خس و خاشاک رنجشوں کے

اتنی سنسان شاہراہیں

اتنی گنجان قتل گاہیں

جن سے آئے ہیں ہم گزر کر

آبلہ بن کے ہر قدم پر

یوں پاؤں کٹ گئے ہیں

رستے سمٹ گئے ہیں

مخملیں اپنے بادلوں کی

آج پاؤں تلے بچھا دے

شافیِ کربِ رہرواں ہو

اے شامِ مہرباں ہو

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

اے مہ شب نگاراں

اے رفیق دلفگاراں

اس شام ہمزباں ہو

اے شام مہرباں ہو

اے شام مہرباں ہو

اے شام شہر یاراں

ہم پہ مہرباں ہو

1974ء

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

گیت

چلو پھر سے مسکرائیں
چلو پھر سے دل جلائیں
جو گزر گئی ہیں راتیں
انہیں پھر جگا کے لائیں
جو بسر گئی ہیں باتیں
انہیں یاد میں بلائیں
چلو پھر سے دل لگائیں
چلو پھر سے مسکرائیں
کسی شہ نشیں پہ جھلکی
وہ دھنک کسی قبا کی
کسی رگ میں کسمسائی
وہ کسک کسی ادا کی
کوئی حرفِ بے مروت
کسی کنجِ لب سے پھوٹا
وہ چھنک کے شیشۂ دل
تہِ بام پھر سے ٹوٹا
یہ ملن کی نا ملن کی
یہ لگن کی اور جلن کی

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

جو سہی ہیں وارداتیں

جو گزر گئی ہیں راتیں

جو بسر گئی ہیں باتیں

کوئی ان کی دھن بنائیں

کوئی ان کا گیت گائیں

چلو پھر سے مسکرائیں

چلو پھر سے دل جلائیں

1974ء

❖❖❖

Urdu Cyber Library
All rights reserved.
©2002-2006

ہم تو مجبور تھے اس دل سے

ہم تو مجبور تھے اس دل سے کہ جس میں ہر دم
گردش خوں سے وہ کہرام بپا رہتا ہے
جیسے رندان بلا نوش جو مل بیٹھیں بہم
میکدے میں سفر جام بپا رہتا ہے
سوز خاطر کو ملا جب بھی سہارا کوئی
داغ حرمان کوئی، درد تمنا کوئی
مرہم یاس سے مائل بہ شفا ہونے لگا
زخم امید کوئی پھر سے ہرا ہونے لگا
ہم تو مجبور تھے اس دل سے کہ جس کی ضد پر
ہم نے اس رات کے ماتھے پہ سحر کی تحریر
جس کے دامن میں اندھیرے کے سوا کچھ بھی نہ تھا
ہم نے اس دشت کو ٹھہرا لیا فردوش نظیر
جس میں جز صنعت خون سرپا کچھ بھی نہ تھا
دل کو تعبیر کوئی اور گوارا ہی نہ تھی
کلفت زیست تو منظور تھی ہر طور مگر
راحت مرگ کسی طور گوارا ہی نہ تھی

1974ء

نہ اب رقیب نہ ناصح نہ غم گسار کوئی
تم آشنا تھے تو تھیں آشنائیاں کیا کیا

جدا تھے ہم تو میسر تھیں قربتیں کتنی
بہم ہوئے تو پڑی ہیں جدائیاں کیا کیا

پہنچ کے در پہ ترے کتنے معتبر ٹھہرے
اگرچہ رہ میں ہوئیں جگ ہنسائیاں کیا کیا

ہم ایسے سادہ دلوں کی نیاز مندی سے
بتوں نے کی ہیں جہاں میں خدائیاں کیا کیا

ستم پہ خوش کبھی لطف و کرم سے رنجیدہ
سکھائیں تم نے ہمیں کج ادائیاں کیا کیا

1974ء

❖❖❖

ڈھاکہ سے واپسی پر

ہم کہ ٹھہرے اجنبی اتنی ملاقاتوں کے بعد
پھر بنیں گے آشنا کتنی مداراتوں کے بعد

کب نظر میں آئے گی بے داغ سبزے کی بہار
خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد

تھے بہت بے درد لمحے ختم درد عشق کے
تھیں بہت بے مہر صبحیں مہرباں راتوں کے بعد

دل تو چاہا پر شکست دل نے مہلت ہی نہ دی
کچھ گلے شکوے بھی کر لیتے مناجاتوں کے بعد

ان سے جو کہنے گئے تھے فیض جاں صدقہ کیے
ان کہی ہی رہ گئی وہ بات سب باتوں کے بعد

1974ء

❖❖❖

یہ موسم گل گرچہ طرب خیز بہت ہے
احوال گل و لالہ غم انگیز بہت ہے

خوش دعوت یاراں بھی ہے یلغار عدو بھی
کیا کیجئے دل کا جو کم آمیز بہت ہے

یوں پیر مغاں شیخ حرم سے ہوئے یک جاں
میخانے میں کم ظرفی پرہیز بہت ہے

اک گردن مخلوق جو ہر حال میں خم ہے
اک بازوئے قاتل ہے کہ خوں ریز بہت ہے

کیوں مشعل دل فیض چھپاؤ تہ داماں
بجھ جائے گی یوں بھی کہ ہوا تیز بہت ہے

1975ء

بہار آئی

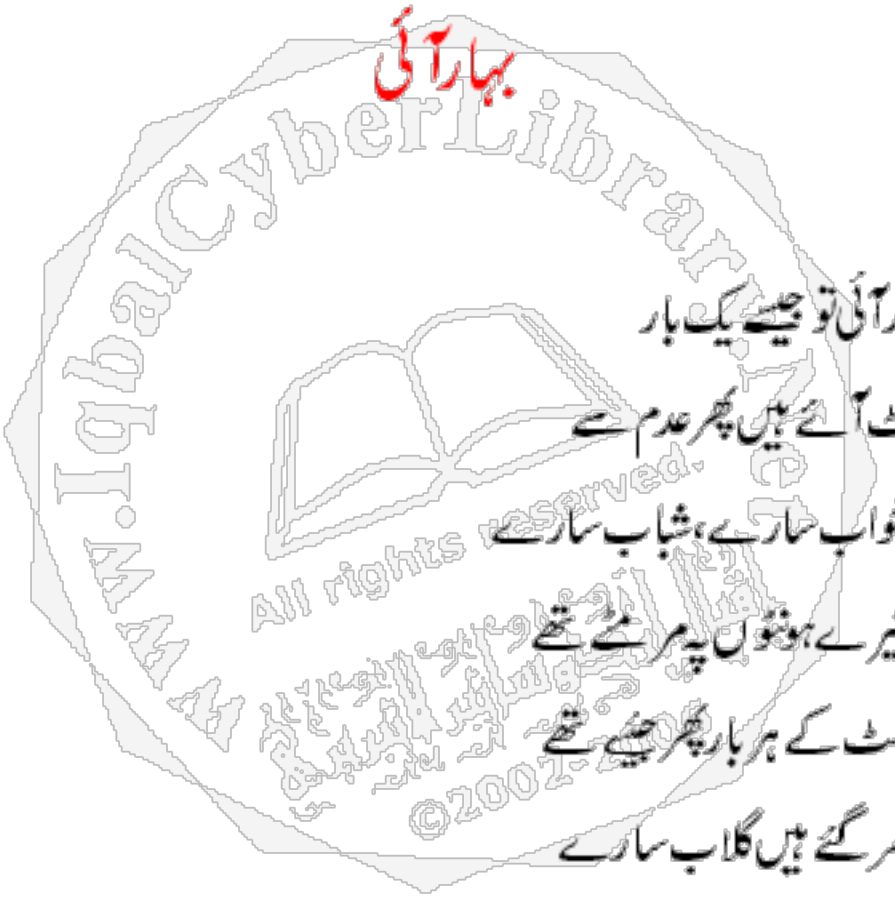

بہار آئی تو جیسے یک بار
لوٹ آئے ہیں پھر عدم سے
وہ خواب سارے، شباب سارے
جو تیرے ہونٹوں پہ مر مٹے تھے
جو مٹ کے ہر بار پھر جیئے تھے
نکھر گئے ہیں گلاب سارے
جو تیری یادوں سے مشکبو ہیں
جو تیرے عشاق کا لہو ہیں
ابل پڑے ہیں عذاب سارے
ملال احوال دوستاں بھی
خمار آغوش مہ وشاں بھی
غبار خاطر کے باب سارے
ترے ہمارے
سوال سارے جواب سارے
بہار آئی تو کھل گئے ہیں
نئے سرے سے حساب سارے

اپریل 1975ء

❖❖❖

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.

تم اپنی کرنی کرگزرو

اب کیوں اس دن کا ذکر کرو
جب دل ٹکڑے ہو جائے گا
اور سارے غم مٹ جائیں گے
جو کچھ پایا کھو جائے گا
جو مل نہ سکا وہ پائیں گے
یہ دن تو وہی پہلا دن ہے
جو پہلا دن تھا چاہت کا
ہم جس کی تمنا کرتے رہے
اور جس سے ہر دم ڈرتے رہے
یہ دن تو کتنی بار آیا
سو بار بسے اور اجڑ گئے
سو بار لٹے اور بھر پایا

اب کیوں اس دن کی فکر کرو
جب دل ٹکڑے ہو جائے گا
اور سارے غم مٹ جائیں گے
تم خوف و خطر سے درگزرو
جو ہونا ہے سو ہونا ہے

گر ہنسنا ہے تو ہنسنا ہے

گر رونا ہے تو رونا ہے

تم اپنی کرنی کر گزرو

جو ہوگا دیکھا جائے گا

اکتوبر 1975ء

❖❖❖

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

موری ارج سنو

(نذر خسرو)

Iqbal Cyber Library.Net
All rights reserved
©2002-2006

موری ارج سنو دست گیر پیر
مائی ری، کہوں کا سے میں
اپنے جیا کی پیر
نیا باندھورے،
باندھورے کنار دریا
مورے مندر اب کیوں نہیں آئے

اس صورت سے
عرض سناتے
درد بتاتے
نیا کھیتے
منت کرتے
رستہ تکتے
کتنی صدیاں بیت گئی ہیں
اب جا کر یہ بھید کھلا ہے
جس کو تم نے عرض گزاری
جو تھا ہاتھ پکڑے والا

جس جا لاگی ناؤ تمہاری

جس سے دکھ کا دارو مانگا

تو رے مندر میں جو نہیں آیا

وہ تو تمہیں تھے

وہ تو تمہیں تھے

ستمبر 1975ء

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ہمیں سے اپنی نوا ہم کلام ہوتی رہی
یہ تیغ اپنے لہو میں نیام ہوتی رہی

مقابل صف اعداء جسے کیا آغاز
وہ جنگ اپنے ہی دل تمام ہوتی رہی

کوئی مسیحا نہ ایفائے عہد کو پہنچا
بہت تلاش پس قتل عام ہوتی رہی

یہ برہمن کا کرم، وہ عطائے شیخ حرم
کبھی حیات کبھی مے حرام ہوتی رہی

جو کچھ بھی بن نہ پڑا، فیض لٹ کے یاروں سے
تو رہزنوں سے دعا و سلام ہوتی رہی

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

تجھے پکارا ہے بے ارادہ
جو دل دکھا ہے بہت زیادہ

ندیم ہو تیرا حرف شیریں
تو رنگ پر آئے رنگ بادہ

عطا کرو اک ادائے دیریں
تو اشک سے تر کریں لبادہ

نہ جانے کس دن سے منتظر ہے
دل سر رو گزر فتادہ

کہ ایک دن پھر نظر میں آئے
وہ بام روشن، وہ در کشادہ

وہ آئے پرسش کو پھر سجائے
قبائے رنگیں، ادائے سادہ

❖❖❖

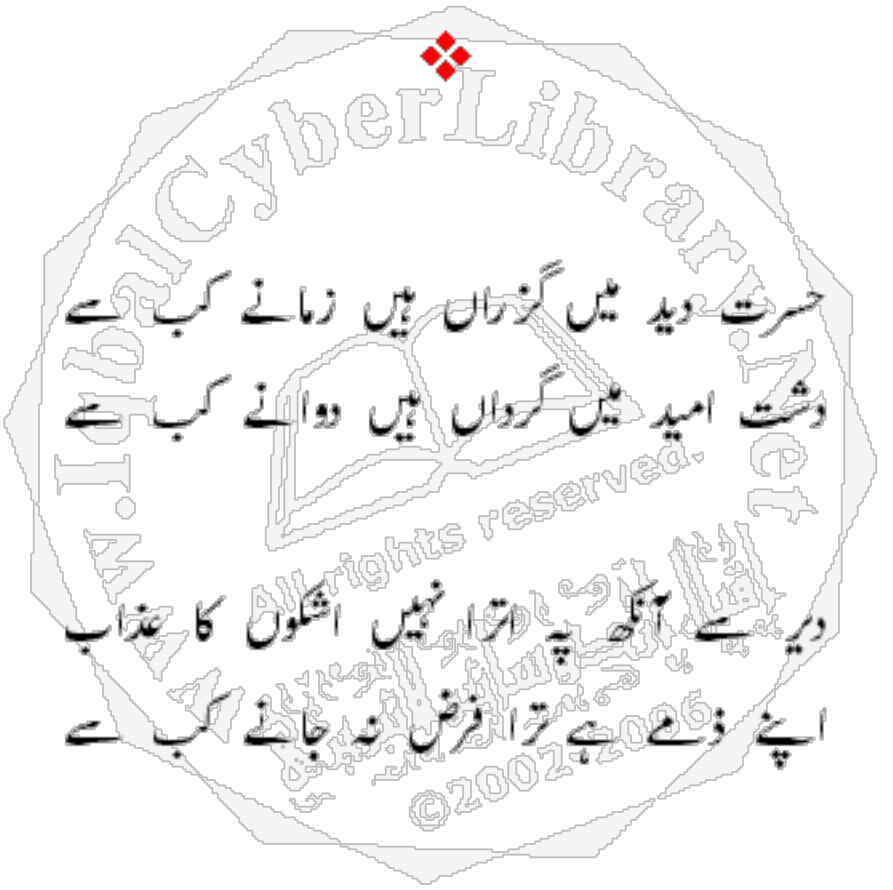

❖

حسرت دید میں گزراں ہیں زمانے کب سے
دشت امید میں گرداں ہیں دوانے کب سے

دیر سے آنکھ پہ اترا نہیں اشکوں کا عذاب
اپنے ذمے ہے ترا فرض نہ جانے کب سے

کس طرح پاک ہو بے آرزو لمحوں کا حساب
درد آیا نہیں دربار سجانے کب سے

سر کرو ساز کہ چھیڑیں کوئی دل سوز غزل
ڈھونڈتا ہے دل شوریدہ بہانے کب سے

پر کرو جام کہ شاید ہو اسی لحظہ رواں
روک رکھا ہے جو اک تیر قضا نے کب سے

فیض پھر کب کسی مقتل میں کریں گے آباد
لب پہ ویراں ہیں شہیدوں کے فسانے کب سے

❖❖❖

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

لینن گراڈ کا گورستان

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002

سرد سلوں پر
زرد سلوں پر
تازہ گرم لہو کی صورت
گلدستوں کے چھینٹے ہیں
کتبے سب بے نام ہیں لیکن
ہر اک پھول پہ نام لکھا ہے
غافل سونے والے کا
یاد میں رونے والے کا
اپنے فرض سے فارغ ہو کر
اپنے لہو کی تان کے چادر
سارے بیٹے خواب میں ہیں
اپنے غموں کا ہار پرو کر
اماں اکیلی جاگ رہی ہے

لینن گراڈ 1974ء

❖❖❖

یہ کس خلش نے پھر اس دل میں آشیانہ کیا
پھر آج کس نے سخن ہم سے غائبانہ کیا

غمِ جہاں ہو، رخِ یار ہو کہ دستِ عدو
سلوک جس سے کیا ہم نے عاشقانہ کیا

تھے خاکِ راہ بھی ہم لوگ قہرِ طوفاں بھی
سہا تو کیا نہ سہا اور کیا تو کیا نہ کیا

خوشا کہ آج ہر اک مدعی کے لب پر ہے
وہ راز جس نے ہمیں راندۂ زمانہ کیا

وہ حیلہ گر جو وفا جو بھی ہے جفا خو بھی
کیا بھی فیض تو کس بت سے دوستانہ کیا

1974ء

کچھ عشق کیا، کچھ کام کیا

وہ لوگ بہت خوش قسمت تھے
جو عشق کو کام سمجھتے تھے
یا کام سے عاشقی کرتے تھے
ہم جیتے جی مصروف رہے
کچھ عشق کیا، کچھ کام کیا،
کام عشق کے آڑے آتا رہا
اور عشق سے کام الجھتا رہا
پھر آخر تنگ آ کر ہم نے
دونوں کو ادھورا چھوڑ دیا

1974ء

درامید کے دریوزہ گر

پھر پھریرے بن کے میرے تن بدن کی دھجیاں
شہر کے دیوار و در کو رنگ پہنانے لگیں
پھر کف آلودہ زبانیں مدح و ذم کی قمچیاں
میرے ذہن و گوش کے زخموں پہ برسانے لگیں

پھر نکل آئے ہو سناکوں کے رقصاں طائفے
درد مند عشق پر ٹھٹھے لگانے کے لیے
پھر دہل کرنے لگے تشہیر اخلاص و وفا
کشتۂ صدق و صفا کا دل جلانے کے لیے
ہم کہ ہیں کب سے در امید کے دریوزہ گر
یہ گھڑی گزری تو پھر دست طلب پھیلائیں گے
کوچہء و بازار سے پھر چن کے ریزہ ریزہ خواب
ہم یونہی پہلے کی صورت جوڑنے لگ جائیں گے

مارچ 1977ء

❖❖❖

آج اک حرف کو پھر ڈھونڈتا پھرتا ہے خیال

(۱)

آج اک حرف کو پھر ڈھونڈتا پھرتا ہے خیال
مدھ بھرا حرف کوئی، زہر بھرا حرف کوئی
دل نشیں حرف کوئی، قہر بھرا حرف کوئی
حرف الفت کوئی دلدار نظر ہو جیسے
جس سے ملتی ہے نظر بوسہ لب کی صورت
اتنا روشن کہ سر موجہ زر ہو جیسے
صحبت یار میں آغاز طرب کی صورت
حرف نفرت کوئی شمشیر غضب ہو جیسے
تا ابد شہر ستم جس سے تبہ ہو جائیں
اتنا تاریک کہ شمشان کی شب ہو جیسے
لب پہ لاؤں تو مرے ہونٹ سیہ ہو جائیں

(۲)

آج ہر سر سے ہر اک راگ کا ناتا ٹوٹا
ڈھونڈتی پھرتی ہے مطرب کو پھر اس کی آواز
جو خلش درد سے مجنوں کے گریباں کی طرح
چاک در چاک ہوا آج ہر اک پردہ ساز
آج ہر موج ہوا سے ہے سوالی خلقت
لا کوئی نغمہ کوئی صوت، تری عمر دراز
نوحہ غم ہی سہی، شور شہادت ہی سہی،
صور محشر ہی سہی، بانگ قیامت ہی سہی،

جولائی 1977ء

❖❖❖

کس شہر نہ شہرہ ہوا نادانی دل کا
کس پر نہ کھلا راز پریشانی دل کا

آؤ کریں محفل پہ وزر زخم نمایاں
چرچا ہے بہت بے سروسامانی دل کا

دیکھ آئیں چلو کوئے نگاراں وکا خرابہ
شاید کوئی محرم ملے ویرانی دل کا

پوچھو تو ادھر تیر فگن کون ہے یارو
سونپا تھا جسے کام نگہبانی دل کا

دیکھو تو کدھر آج رخ باد صبا ہے
کس رہ سے پیام آیا ہے زندانی دل کا

اترے تھے کبھی فیض وہ آئینہ دل میں
عالم ہے وہی آج بھی حیرانی دل کا

❖❖❖

اشعار

وہ بتوں نے ڈالے ہیں وسوسے کہ دلوں سے خوف خدا گیا
وہ پڑی ہیں روز قیامتیں کہ خیال روز جزا گیا

جو نفس تھا خار گلو بنا، جو اٹھے تھے ہاتھ لہو ہوئے
وہ نشاط آہ سحر گئی، وہ وقار دست دعا گیا

جو طلب پہ عہد وفا کیا، تو وہ قدر رسم وفا گئی
سر عام جب ہوئے مدعی، تو ثواب صدق و صفا گیا

❖❖❖

فرمائشیں

مرثیہ امام

رات آئی ہے شبیر پہ یلغار بلا ہے
ساتھی نہ کوئی یار نہ غم خوار رہا ہے
مونس ہے تو اک درد کی گھنگھور گھٹا ہے
مشفق ہے تو اک دل کے دھڑکنے کی صدا ہے
تنہائی کی، غربت کی، پریشانی کی شب ہے
یہ خانہ شبیر کی ویرانی کی شب ہے

دشمن کی سپہ خواب میں مدہوش پڑی تھی
پل بھر کو کسی کی نہ ادھر آنکھ لگی تھی
ہر ایک گھڑی آج قیامت کی گھڑی تھی
یہ رات بہت آل محمد ﷺ پہ کڑی تھی
رہ رہ کے بکا اہل حرم کرتے تھے ایسے
تھم تھم کے دیا آخر شب جلتا ہے جیسے

اک گوشے میں ان سوختہ سامانوں کے سالار
ان خاک بسر، خانماں ویرانوں کے سردار
تشنہ لب و درماندہ و مجبور و دل افگار
اس شان سے بیٹھے تھے شہ لشکر احرار
مسند تھی، نہ خلعت تھی، نہ خدام کھڑے تھے
ہاں تن پہ جدھر دیکھئے سو زخم سجے تھے

کچھ خوف تھا چہرے پہ نہ تشویش ذرا تھی
ہر ایک ادا مظہر تسلیم و رضا تھی
ہر ایک نگہ شاہد اقرار وفا تھی
ہر جنبش لب منکر دستور جفا تھی
پہلے تو بہت پیار سے ہر فرد کو دیکھا
پھر نام خدا کا لیا اور یوں ہوئے گویا

الحمد قریب آیا غم عشق کا ساحل
الحمد کہ اب صبح شہادت ہوئی نازل
بازی ہے بہت سخت میان حق و باطل
وہ ظلم میں کامل ہیں تو ہم صبر میں کامل
بازی ہوئی انجام، مبارک ہو عزیزو
باطل ہوا ناکام، مبارک ہو عزیزو

پھر صبح کی لو آئی رخ پاک پہ چمکی
اور ایک کرن مقتل خوناک پہ چمکی
نیزے کی انی تھی خس و خاشاک پہ چمکی
شمشیر برہنہ تھی کہ افلاک پہ چمکی
دم بھر کے لیے آئینہ رو ہو گیا صحرا
خورشید جو ابھرا تو لہو ہو گیا صحرا

پر باندھے ہوئے حملے کو آئی صف اعداء
تھا سامنے اک بندہ حق یکہ و تنہا
ہر چند کہ ہر اک تھا ادھر خون کا پیاسا
یہ رعب کا عالم کہ کوئی پہل نہ کرتا
کی آنے میں تاخیر جو لیلائے قضا نے
خطبہ کیا ارشاد امام شہداء نے

فرمایا کہ کیوں درپے آزار ہو لوگو
حق والوں سے کیوں بر سر پیکار ہو لوگو
واللہ کہ مجرم ہو، گنہگار ہو لوگو
معلوم ہے کچھ، کس کے طرف دار ہو لوگو
کیوں آپ کے آقاؤں میں اور ہم میں ٹھنی ہے
معلوم ہے کس واسطے اس جاں پہ بنی ہے

سطوت نہ حکومت نہ حشم چاہیے ہم کو
اورنگ نہ افسر، نہ علم چاہیے ہم کو
زر چاہیے، نے مال و درم چاہیے ہم کو
جو چیز بھی فانی ہے وہ کم چاہیے ہم کو
سرداری کی خواہش ہے نہ شاہی کی ہوس ہے
اک حرف یقیں، دولت ایماں ہمیں بس ہے

طالب ہیں اگر ہم تو فقط حق کے طلب گار
باطل کے مقابل میں صداقت کے پرستار
انصاف کے، نیکی کے، مروت کے طرف دار
ظالم کے مخالف ہیں تو بیکس کے مددگار
جو ظلم پہ لعنت نہ کرے، آپ لعیں ہے،
جو جبر کا منکر نہیں وہ منکر دیں ہے،

تاحشر زمانہ تمہیں مکار کہے گا
تم عہد شکن ہو، تمہیں غدار کہے گا
جو صاحب دل ہے، ہمیں ابرار کہے گا
جو بندہ حر ہے، ہمیں احرار کہے گا
نام اونچا زمانے میں ہر انداز رہے گا
نیزے پہ بھی سر اپنا سر افراز رہے گا

کر ختم سخن محو دعا ہو گئے شبیر
پھر نعرہ زناں محو وغا ہو گئے شبیر
قرباں رہ صدق و صفا ہو گئے شبیر
خیموں میں تھا کہرام، جدا ہو گئے شبیر
مرکب پہ تن پاک تھا اور خاک پہ سر تھا
اس خاک تلے جنت فردوس کا در تھا

1964ء

❖❖❖

All rights reserved
©2002-2006

مدح

حسین شہید سہروردی مرحوم نے راولپنڈی سازش کیس میں ملزموں کی جانب سے وکالت کی تھی۔ مقدمے کے خاتمے پر انہیں یہ سپاسنامہ پیش کیا گیا۔

کس طرح بیاں ہو ترا پیرایۂ تقریر
گویا سرِ باطل پہ چمکنے لگی شمشیر

وہ زور ہے اک لفظ ادھر نطق سے نکلا
واں سینۂ اغیار میں پیوست ہوئے تیر

گرمی بھی ہے ٹھنڈک بھی، روانی بھی سکوں بھی
تاثیر کا کیا کہیئے، ہے تاثیر سی تاثیر

اعجاز اسی کا ہے کہ ارباب ستم کی
اب تک کوئی انجام کو پہنچی نہیں تدبیر

اطراف وطن میں ہوا حق بات کا شہرہ
ہر ایک جگہ مکر و ریا کی ہوئی تشہیر

روشن ہوئے امید سے رخ اہل وفا کے
پیشانیٔ اعداء پہ سیاہی ہوئی تحریر

حریت آدم کی رہ سخت کے رہ گیر
خاطر میں نہیں لاتے خیال دم تعزیز
کچھ ننگ نہیں رنج اسیری کہ پرانا
مردان صفا کیش سے ہے رشتہ زنجیر
کب دبدبہ جبر سے دبتے ہیں کہ جن کے
ایمان و یقیں دل میں کیے رہتے ہیں تنویر
معلوم ہے ان کو کہ رہا ہو گی کسی دن
ظالم کے گراں ہاتھ سے مظلوم کی تقدیر
آخر کو سر افراز ہوا کرتے ہیں احرار
آخر کو گرا کرتی ہے ہر جور کی تعمیر
ہر دور میں سر ہوتے ہیں قصر جم و دارا
ہر عہد میں دیوار ستم ہوتی ہے تسخیر
ہر دور میں ملعون شقاوت ہے شمر کی
ہر عہد میں مسعود ہے قربانی شبیر

(۳)

کرتا ہے قلم اپنے لب و نطق کی تطہیر
پہنچی ہے سر حرف دعا اب مری تحریر

ہر کام میں برکت ہو ہر اک قول میں قوت
ہر گام پہ ہو منزل مقصود قدم گیر

ہر لحظہ ترا طالع اقبال سوا ہو
ہر لحظہ مددگار ہو تدبیر کی تقدیر

ہر بات ہو مقبول، ہر اک بول ہو بالا
کچھ اور بھی رونق میں بڑھے شعلۂ تقریر

ہر دن ہو ترا لطف زباں اور زیادہ
اللہ کرے زور بیاں اور زیادہ

❖❖❖

گیت

منزلیں، منزلیں،
شوق دیدار کی منزلیں،
حسن دلدار کی منزلیں، پیار کی منزلیں،
پیار کی بے پنہ رات کی منزلیں،
کہکشاؤں کی بارات کی منزلیں،
سربلندی کی، ہمت کی، پرواز کی
جوش پرواز کی منزلیں
راز کی منزلیں
زندگی کی کٹھن راہ کی منزلیں
ہر بلندی کی، ہمت کی، پرواز کی منزلیں
جوش پرواز کی منزلیں،
راز کی منزلیں،
آن ملنے کے دن
پھول کھلنے کے دن
وقت کے گھور ساگر میں صبح کی
شام کی منزلیں،
چاہ کی منزلیں
آس کی، پیاس کی،

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002

حسرتِ یار کی

پیار کی منزلیں،

منزلیں حسن عالم کے گلزار کی

منزلیں، منزلیں

موج در موج ڈھلتی ہوئی رات کے درد کی منزلیں

چاند تاروں کے ویران سنسار کی منزلیں،

اپنی دھرتی کے آباد بازار کی منزلیں

حق کے عرفان کی

نور انوار کی منزلیں،

وصلِ دلدار کی منزلیں،

قول و اقرار کی منزلیں،

منزلیں، منزلیں

(فلم ''قسم اس وقت کی'')

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

گیت

اب کیا دیکھیں راہ تمہاری
بیت چلی ہے رات
چھوڑو
چھوڑو غم کی بات
تھم گئے آنسو
تھک گئیں اکھیاں
گزر گئی برسات
بیت چلی ہے رات
چھوڑو
چھوڑو غم کی بات
کب سے آس لگی درشن کی
کوئی نہ جانے بات
کوئی نہ جانے بات
بیت چلی ہے رات
چھوڑو غم کی بات
تم آؤ تو من میں اترے

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

پھولوں کی بارات

بیت چلی ہے رات

اب کیا دیکھیں راہ تمہاری

بیت چلی ہے رات

(فلم ''جاگو ہوا سویرا'')

❖❖❖

گیت

IndianCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ہم تیرے پاس آئے
سارے بھرم مٹا کر
سب چاہتیں بھلا کر
کتنے اداس آئے
ہم تیرے پاس جا کر

کیا کیا نہ دل دکھا ہے
کیا کیا بہی ہیں اکھیاں
کیا کیا نہ ہم پہ بیتی
کیا کیا ہوئے پریشاں
ہم تجھ سے دل لگا کر
تجھ سے نظر ملا کر
کتنے فریب کھائے
اپنا تجھے بنا کر

ہم تیرے پاس آئے
سارے بھرم مٹا کر
تھی آس آج ہم پر کچھ ہو گی مہربانی
ہلکا کریں گے جی کو سب حال دل زبانی

تجھ کو سنا سنا کر

آنسو بہا بہا کر

کتنے اداس آئے

ہم تیرے پاس جا کر

ہم تیرے پاس آئے

سارے بھرم مٹا کر

(فلم ''سکھ کا سپنا'')

❖❖❖

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

امید سحر کی بات سنو

جگر دریدہ ہوں چاک جگر کی بات سنو
الم رسیدہ ہوں دامان تر کی بات سنو
زباں بریدہ ہوں زخم گلو سے حرف کرو
شکستہ پا ہوں ملال سفر کی بات سنو
مسافر رہ صحرائے ظلمت شب سے
اب التفات نگار سحر کی بات سنو
سحر کی بات، امید سحر کی بات سنو

❖❖❖

حیراں ہے جبیں آج کدھر سجدہ روا ہے
سر پر ہیں خداوند سرِ عرش خدا ہے

کب تک اسے سینچو گے تمنائے ثمر میں
یہ صبر کا پودا تو نہ پھولا نہ پھلا ہے

ملتا ہے خراج اس کو تری نانِ جویں سے
ہر بادشہِ وقت ترے در کا گدا ہے

ہر ایک عقوبت سے ہے تلخی میں سوا تر
وہ رنج جو ناکردہ گناہوں کی سزا ہے

احسان لئے کتنے مسیحا نفسوں کے
کیا کیجئے دل کا، نہ جلا ہے نہ بجھا ہے

(اکتوبر 77ء)

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002

پنجابی نظماں

❖

لمی رات سی درد فراق والی
تیرے قول تے اساں وساہ کر کے
کوڑا گھٹ کیتی مٹھڑے یار میرے
مٹھڑے یار میرے، جانی یار میرے
تیرے قول تے اساں وساہ کر کے
جھانجراں وانگ، زنجیراں چھنکائیاں نیں،
کدی کنیں مندراں پائیاں نیں،
کدی پیریں بیڑیاں چائیاں نیں،
تیری تاہنگ وچ پٹ دا ماس دے کے
اساں کاگ سدے، اساں سینہہ گھلے
رات مکدی اے، یار آوندا اے
اسیں تکدے رہے ہزار ولے
کوئی آیا نہ بناں خنا میاں دے
کوئی پچیا نہ سوا الاہمیاں دے
اج لاہ الاہمے مٹھڑے یار میرے
اج آ ویہڑے وچھڑے یار میرے

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

فجر ہووے تے آکھئے بسم اللہ
آج دولتاں ساڈے گھر آئیاں نیں
جیہدے قول تے اساں وساہ کیتا
اوہنے اوڑک توڑ نبھائیاں نیں

1971ء

❖❖❖

گیت

کدھرے نہ پینڈیاں دساں
وے پردیسیاں تیریاں
کاگ اڑاواں، شگن مناواں
وگدی وا وے ترلے پاواں
تیری یاد پوے تے روواں
تیرا ذکر کراں تاں ہساں
کدھیرے نہ پینڈیاں دساں
وے پردیسیا تیریاں

درد نہ دساں گھلدی جاواں
راز نہ کھولاں مکدی جاواں
کس نوں دل دے داغ وکھاواں
کس در اگے جھولی ڈاہواں
وے میں کس دا دامن کھساں،
کدھرے نہ پینڈیاں دساں
وے پردیسیا تیریاں

شام اڈیکاں، فجر اڈیکاں،
آکھیں تے ساری عمر اڈیکاں

آہنڈ گوانڈی دیوے بلدے

ربا ساڈا چانن گھلدے

جگ وسدائے میں وی وساں

کدھرے نہ پیندیاں دساں

کدھرے نہ پیندیاں دساں

وے پردیسیا تیریاں

1971ء

❖❖❖

Digital Cyber Library
All rights reserved
©2002-2006

میری ڈولی شوہ دریا

(۷۴ء کے سیلاب زدوں کے امدادی فنڈ کے لیے لکھی گئی)

کل تائیں سانوں بابلا
تو رکھیا ہک نال لا
ست خیراں ساڈیاں منگیاں
جد جھلی تتی وا
اج لیکن ویہڑیوں ٹوریا
کویں لاہے نی میرے چاء
میرے گہنے نیل ہتھ پیر دے
میری ڈولی شوہ دریا
اج لتھے سارے چاء
میری ڈولی شوہ دریا
نال رہڑدیاں رڑھ گئیاں سدھراں
نال روندیاں رل گئے نیر
نال ہونج ہونج کے لے گئے
میرے ہتھ دی لیکھ لکیر
میری چنی بک سواہ دی
مراچولا لیر ولیر
لج پالن بوہڑے بھیج دی

کوئی کرماں والے ویر

میرے کرماں والے ویر

مرا چولا لیر و لیر

میرے لتھے سارے چاء

میری ڈولی شوہ دریا

سسی مر کے جنتن ہوگئی

میں تر کے اوتر حال

سن ہاڑے اس مسکین دے

ربا پورا کر سوال

میری جھوک وسے، میرا ویر وسے

فیر تیری رحمت نال

کوئی پورا کرے سوال ربا

تیری رحمت نال،

میرے لتھے سارے چاء

میری ڈولی شوہ دریا،

1973ء

❖❖❖

IqbalCyberLibrary All rights reserved ©2002-2006

رباعیاں

رباعیاں توں تے آکھیا سی

جا اوئے بندیا جگ دا شاہ ہیں توں
ساڈیاں نعمتاں تیریاں دولتاں نیں،
ساڈا نیب تے عالیجاہ ہیں توں،
ایس لارے تے لور کد پچھیا ای
کیہ ایس نمانے تے بیتیاں نیں
کدی سار وی لئی او رب سائیاں
تیرے شاہ نال جگ کیہ کیتیاں نیں
کتے دھونس پولیس سرکار دی اے
کتے دھاندلی مال پٹوار دی اے
اینویں ہڈاں وچ کلپے جان میری
جیویں پھاہی چ کونج کرلاوندی اے
چنگا شاہ بنایا ای رب سائیاں
پولے کھاندیاں وار نہ آوندی اے

مینوں شاہی نئیں چاہیدی رب میرے
میں تے عزت دا ٹکر منگناں ہاں
مینوں تاہنگ نئیں، محلاں ماڑیاں دی

میں تے جیویں دی نکر منگنا ہاں
میری منیں تے تیریاں میں مناں
تیری سونہہ جے اک وی گل موڑاں
جے ایہ مانگ نئیں پجدی تیں ربا
فیر میں جاواں تے رب کوئی ہور لوڑاں

1974ء

❖❖❖

allurdubooks.blogspot.com

قطعہ

اج رات اک رات دی رات جی کے
اساں جگ ہزاراں جی لتا اے
اج رات امرت دے جام وانگوں
انھاں ہتھاں نے یار نوں پی لتا اے

❖❖❖

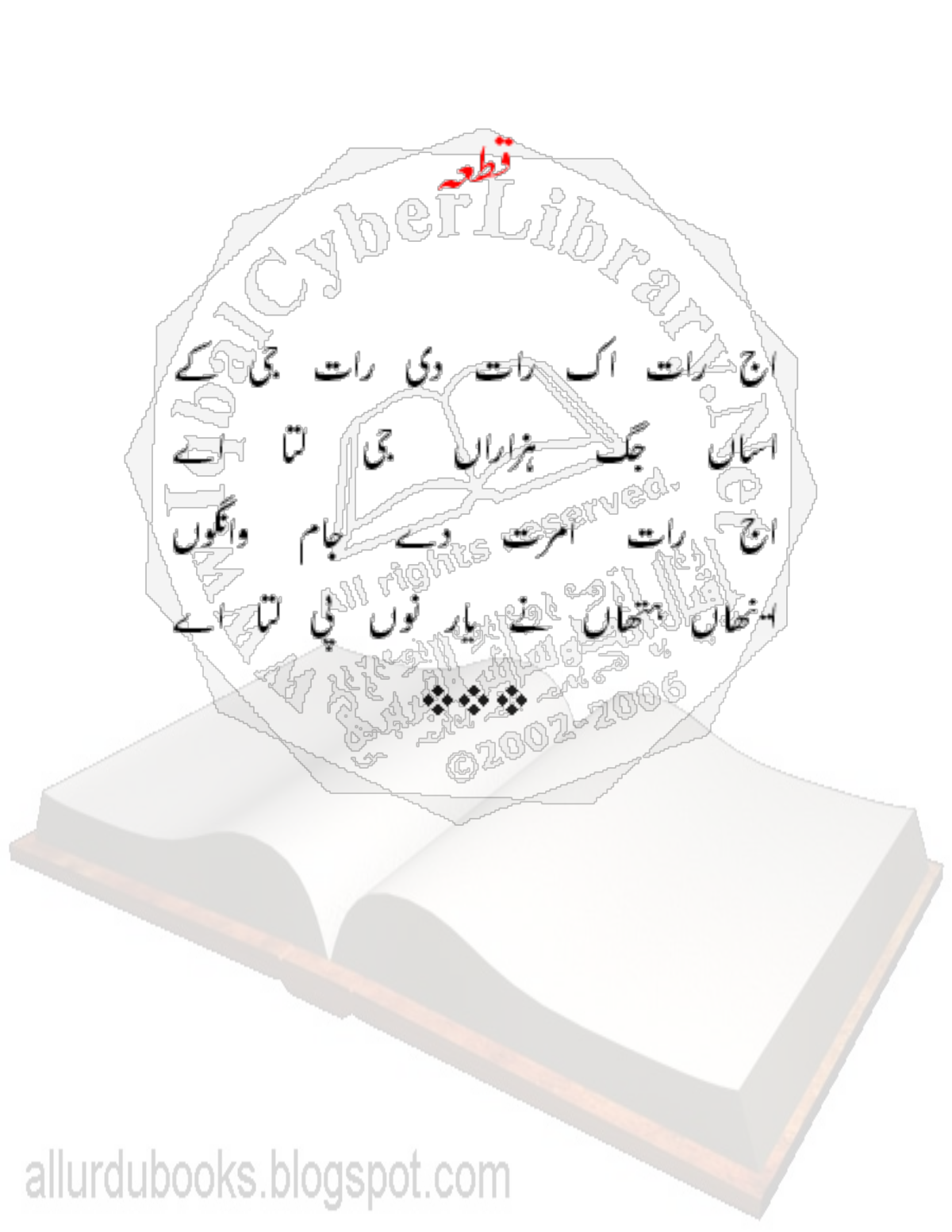

allurdubooks.blogspot.com

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.

تراجم

ناظم حکمت

زنداں سے ایک خط

مری جاں تجھ کو بتلاؤں، بہت نازک یہ نکتہ ہے
بدل جاتا ہے انساں جب مکاں اس کا بدلتا ہے!
مجھے زنداں میں پیار آنے لگا ہے اپنے خوابوں پر
جو شب کو نیند اپنے مہرباں ہاتھوں سے
وا کرتی ہے در اس کا
تر آ گرتی ہے ہر دیوار اس کی میرے قدموں پر
میں ایسے غرق ہو جاتا ہوں اس دم اپنے خوابوں میں
کہ جیسے اک کرن ٹھہرے ہوئے پانی پہ گرتی ہے

allurdubooks.blogspot.com

☆ترکی کا شہرآفاق شاعر جس نے پہلی جنگ عظیم کے دوران ترکی کی جنگ حریت میں حصہ لیا اور بعد میں بیشتر عمر قید و بند اور جلاوطنی میں گزاری 63ء میں وفات پائی۔

میں ان لمحوں میں کتنا سرخوش و دلشاد پھرتا ہوں
جہاں کی جگمگاتی وسعتوں میں کس قدر آزاد پھرتا ہوں
جہاں درد و الم کا نام ہے کوئی نہ زنداں ہے
تو پھر بیدار ہونا کس قدر تم پہ گراں ہوگا؟

نہیں ایسا نہیں ہے، میری جاں! میرا یہ قصہ ہے

میں اپنے عزم و ہمت سے

وہی کچھ بخشتا ہوں نیند کو جو اس کا حصہ ہے

❖❖❖

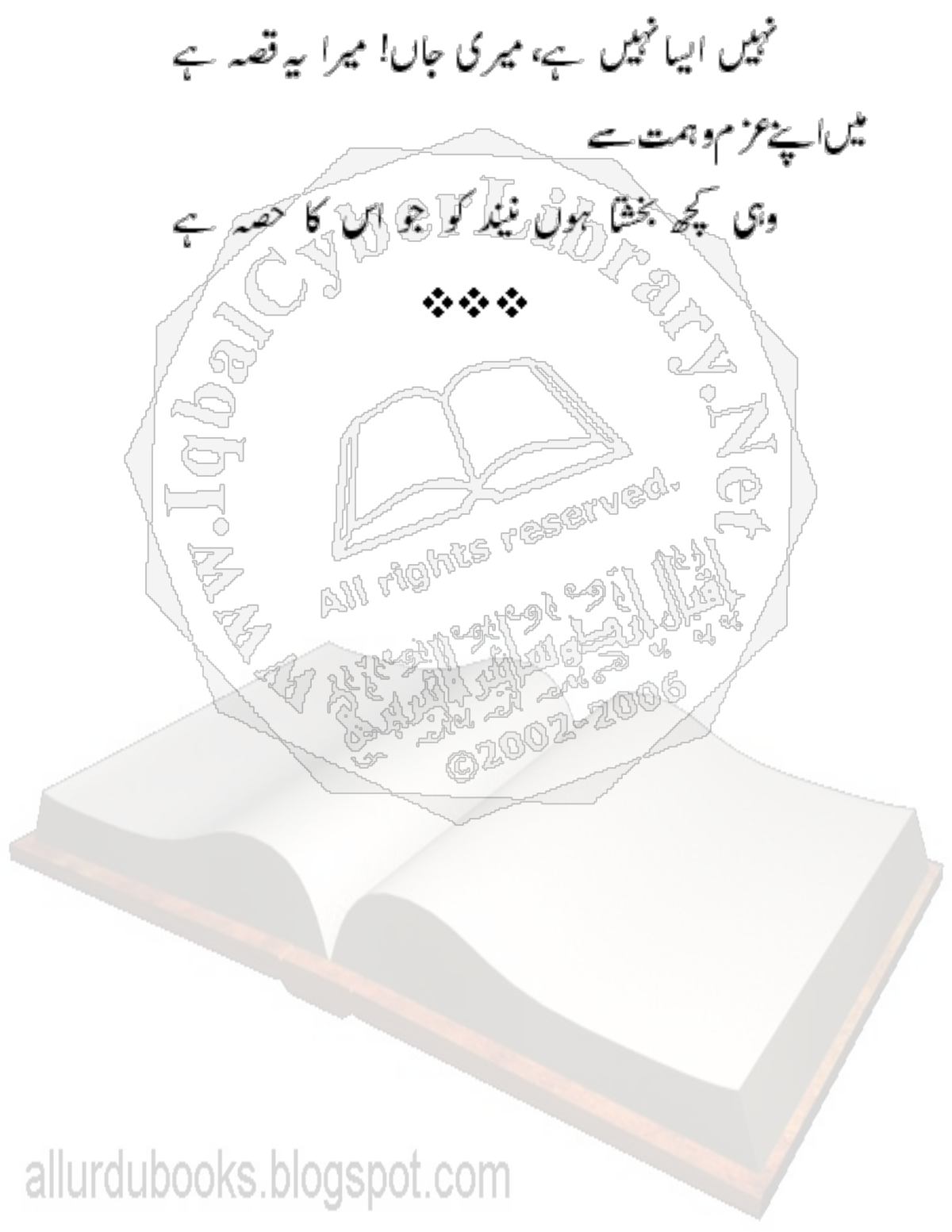
www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

allurdubooks.blogspot.com

ویرا کے نام

اس نے کہا آؤ،
اس نے کہا ٹھہرو،
مسکاؤ کہا اس نے
مر جاؤ کہا اس نے
میں آیا،
میں ٹھہر گیا،
مسکایا
اور مر بھی گیا

☆ ناظم حکمت کی روسی بیوی

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006
allurdubooks.blogspot.com

وامیرے وطن

اومیرے وطن! اومیرے وطن! اومیرے وطن!

مرسر پر وہ ٹوپی نہ رہی

جو تیرے دیس سے لایا تھا

پاؤں میں وہ اب جوتے بھی نہیں

واقف تھے جو تیری راہوں سے

مرا آخری کرتا چاک ہوا

ترے شہر میں جو سلوایا تھا

اب تیرے جھلک

بس اڑتی ہوئی رنگت ہے میرے بالوں کی

یا جھریاں میرے ماتھے پر

یا میرا ٹوٹا ہوا دل ہے

وامیرے وطن! وامیرے وطن! وامیرے وطن!

allurdubooks.blogspot.com

❖ ❖ ❖

اولجز، عمر علی سلیمان

صحرا کی رات

کہیں شبنم کہیں نہیں ہے
عجب، کہ شبنم کہیں نہیں ہے
نہ سرد خورشید کی جبیں پر
کسی کے رخ پر، نہ آستیں پر
ذرا سی شبنم کہیں نہیں ہے
پسے ہوئے پتھروں کی موجیں
خموش و ساکن
حرارت ماہ نیم شب میں سلگ رہی ہیں
اور شبنم کہیں نہیں ہے

allurdubooks.blogspot.com

☆ قازقستان کا ممتاز نوجوان شاعر

برہنہ پا غول گیدڑوں کے
لگا رہے ہیں بنوں میں ٹھٹھے
کہ آج شبنم کہیں نہیں ہے
ببول کے استخواں کے ڈھانچے
پکارتے ہیں،

نہیں ہے شبنم، کہیں نہیں ہے

سفید، دھندلائی روشنی میں

ہیں دشت کی چھاتیاں برہنہ

ترس رہی ہیں جو حسن انساں لیے کہ شبنم کا ایک قطرہ

کہیں پہ برسے

یہ چاند بھی سرد ہو رہے گا

افق پہ جب صبح کا کنارا

کسی کرن سے دہک اٹھے گا

کہ ایک درماندہ راہرو کی

جبیں پہ شبنم کا ہاتھ چمکے

انتہا

allurdubooks.blogspot.com

مرے دل مرے مسافر

allurdubooks.blogspot.com

ناصحم گفت بجز غم چہ ہنر دارد عشق

برو اے خواجہ عاقل ہنرے بہتر ازیں

حافظ

allurdubooks.blogspot.com

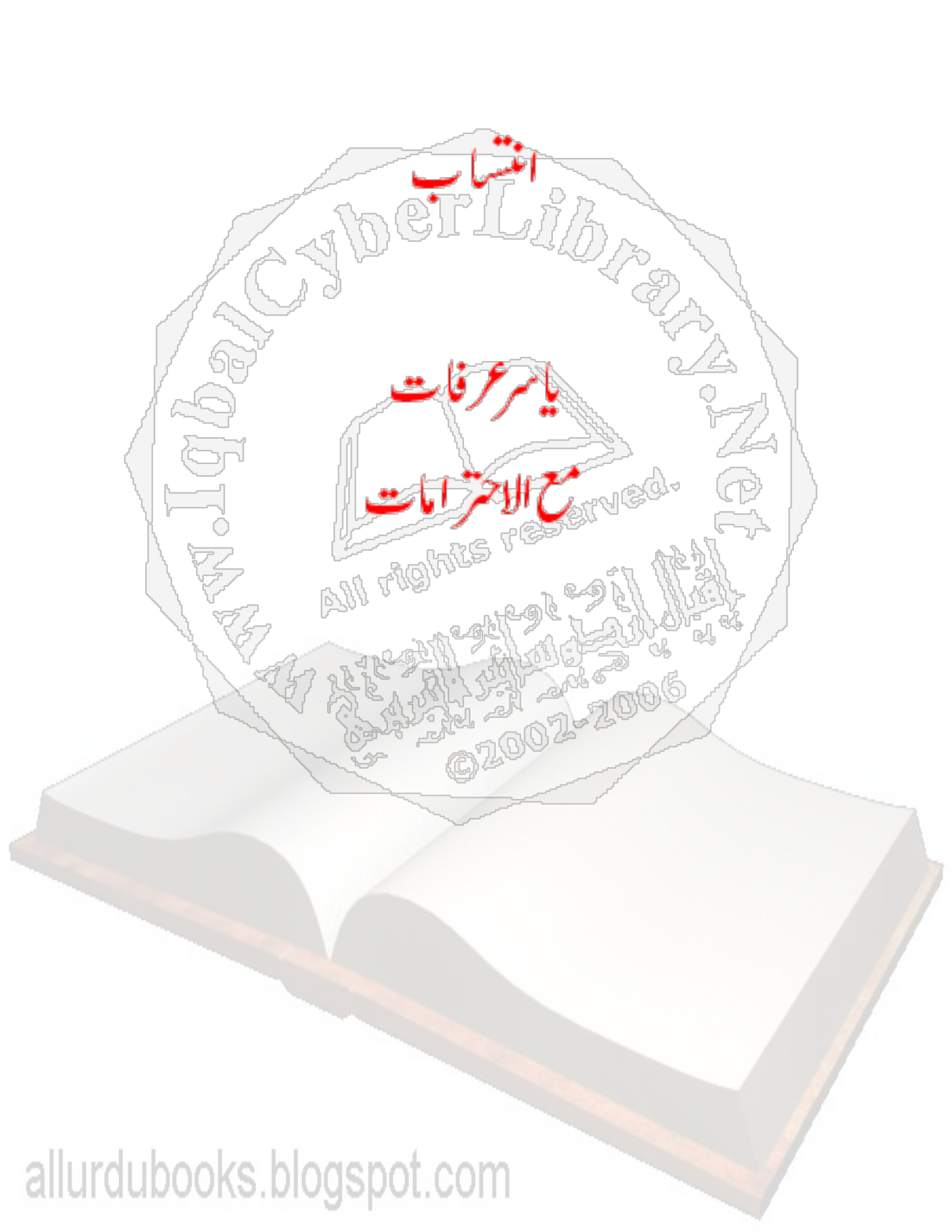

allurdubooks.blogspot.com

دل من مسافر من

مرے دل، مرے مسافر
ہوا پھر سے حکم صادر
کہ وطن بدر ہوں ہم تم
دیں گلی گلی صدائیں
کریں رخ نگر نگر کا
کہ سراغ کوئی پائیں
کسی یار نامہ بر کا
ہر اک اجنبی سے پوچھیں
جو پتا تھا اپنے گھر کا
سر کوئے ناشنایاں،
ہمیں دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا
تمھیں کیا کہوں کہ کیا ہے
شب غم بری بلا ہے
ہمیں یہ بھی تھا غنیمت
جو کوئی شمار ہوتا
ہمیں کیا برا تھا مرنا
اگر ایک بار ہوتا!

لندن 1978ء

allurdubooks.blogspot.com

پھول مرجھا گئے سارے

پھول مرجھا گئے ہیں سارے
تھمتے نہیں ہیں آسماں کے آنسو
شمعیں بے نور ہو گئی ہیں
آئینے چور ہو گئے ہیں
ساز سب بج کے کھو گئے ہیں
پائیلیں بجھ کے سو گئی ہیں
اور ان بادلوں کے پیچھے
دور اس رات کا دلارا
درد کا ستارہ

allurdubooks.blogspot.com

ٹمٹما رہا ہے
جھنجھنا رہا ہے
مسکرا رہا ہے

لندن 1978ء

❖❖❖

کوئی عاشق کسی محبوبہ سے

گلشن یاد میں گر آج دم باد صبا
پھر سے چاہے کہ گل افشاں ہو تو ہو جانے دو
عمر رفتہ کے کسی طاق پہ بسرا ہوا درد
پھر سے چاہے کہ فروزاں ہو تو ہو جانے دو
جیسے بیگانہ سے اب ملتے ہو ویسے ہی سہی
آؤ دو چار گھڑی میرے مقابل بیٹھو
گرچہ مل بیٹھیں گے ہم تم تو ملاقات کے بعد
اپنا احساس زیاں اور زیادہ ہو گا
ہم سخن ہوں گے جو ہم دونوں تو ہر بات کے بیچ
ان کہی بات کا موہوم سا پردہ ہو گا
کوئی اقرار نہ میں یاد دلاؤں گا نہ تم
کوئی مضمون وفا کا نہ جفا کا ہو گا

allurdubooks.blogspot.com

گرد ایام کی تحریر کو دھونے کے لئے
تم سے گویا ہوں دم دید جو میری پلکیں
تم جو چاہو تو سنو، اور جو نہ چاہو نہ سنو
اور جو حرف کریں مجھ سے گریزاں آنکھیں
تم جو چاہو تو کہو، اور جو نہ چاہو نہ کہو

لندن 1978ء

❖❖❖

دو غزلیں

مخدوم کی یاد میں

(۱)

آپ کی یاد آتی رہی رات بھر
چاندنی دل دکھاتی رہی رات بھر

گاہ جلتی ہوئی، گاہ بجھتی ہوئی
شمع غم جھلملاتی رہی رات بھر

کوئی خوشبو بدلتی رہی پیرہن
کوئی تصویر گاتی رہی رات بھر

پھر صبا سایۂ شاخ گل کے تلے
کوئی قصہ سناتی رہی رات بھر

جو نہ آیا اسے کوئی زنجیر در
ہر صدا پر بلاتی رہی رات بھر

ایک امید سے دل بہلتا رہا
اک تمنا ستاتی رہی رات بھر

ماسکو 1978ء

allurdubooks.blogspot.com

(۲)

اسی انداز سے چل باد صبا آخر شب
یاد کا پھر کوئی دروازہ کھلا آخر شب

دل میں بکھرئی کوئی خوشبوئے قبا آخر شب
صبح پھوٹی تو وہ پہلو سے اٹھا آخر شب

وہ جو اک عمر سے آیا نہ گیا آخر شب
چاند سے ماند ستاروں نے کہا آخر شب

کون کرتا ہے وفا عہد وفا آخر شب
لمس جانا نہ لئے، مستی پیمانہ لئے

حمد باری کو اٹھے دست دعا آخر شب
گھر جو ویراں تھا سر شام وہ کیسے کیسے

فرقت یار نے آباد کیا آخر شب
جس ادا سے کوئی آیا تھا کبھی اول صبح

اسی انداز سے چل باد صبا آخر شب

ماسکو اکتوبر 1978ء

❖❖❖

allurdubooks.blogspot.com

ایک دکنی غزل

کچھ پہلے ان آنکھوں آگے کیا کیا نہ نظارا گزرے تھا
کیا روشن ہو جاتی تھی گلی جب یار ہمارا گزرے تھا

تھے کتنے اچھے لوگ کہ جن کو اپنے غم سے فرصت تھی
سب پوچھیں تھے احوال جو کوئی درد کا مارا گزرے تھا

اب کے تو خزاں ایسی ٹھہری وہ سارے زمانے بھول گئے
جب موسم گل ہر پھیرے میں آ آ کے دوبارا گزرے تھا

تھی یاروں کی بہتات تو ہم اغیار سے بھی بیزار نہ تھے
جب مل بیٹھے تو دشمن کا بھی ساتھ گوارا گزرے تھا

allurdubooks.blogspot.com

اب تو ہاتھ سجھائی نہ دیو، لیکن اب سے پہلے تو
آنکھ اٹھتے ہی ایک نظر میں عالم سارا گزرے تھا

ماسکو اکتوبر 1978ء

❖❖❖

منظر

آسماں آج اک بحر پر شور ہے
جس میں ہر سو رواں بادلوں کے جہاز
ان کے عرشے پہ کرنوں کے مستول ہیں
بادبانوں کی پہنے ہوئے فرغلیں
نیل میں گنبدوں کے جزیرے کئی
ایک بازی میں مصروف ہے ہر کوئی
ابابیل کوئی نہاتی ہوئی
کوئی چیل غوطے میں جاتی ہوئی
کوئی طاقت نہیں اس میں زور آزما
کوئی بیڑا نہیں ہے کسی ملک کا
اس کی تہ میں کوئی آبدوزیں نہیں
کوئی راکٹ نہیں، کوئی توپیں نہیں
یوں تو سارے عناصر ہیں یاں زور میں
امن کتنا ہے اس بحر پر شور میں

سمرقند، مارچ 1978ء

allurdubooks.blogspot.com

دو نظمیں

قفقاز کے شاعر قاسن قلی سے ماخوذ

(۱)

شاعر لوگ

ہر اک دور میں ہم، ہر زمانے میں ہم
زہر پیتے رہے، گیت گاتے رہے
جان دیتے رہے زندگی کے لئے
ساعت وصل کی سرخوشی کے لئے
ساعت وصل کی سرخوشی کے لئے
دین و دنیا کی دولت لٹاتے رہے
فقر و فاقہ کا توشہ سنبھالے ہوئے
جو بھی رستہ چنا اس پہ چلتے رہے
مال والے حقارت سے تکتے رہے
طعن کرتے رہے، ہاتھ ملتے رہے
ہم نے ان پر کیا حرف حق سنگ زن
جن کی ہیبت سے دنیا لرزتی رہی
جن پہ آنسو بہانے کو کوئی نہ تھا

allurdubooks.blogspot.com

اپنی آنکھ ان کے غم میں برستی رہی
سب سے اوجھل ہوئے حکم حاکم پہ ہم
قید خانے سہے، تازیانے سہے
لوگ سنتے رہے ساز دل کی صدا
اپنے نغمے سلاخوں سے چھنتے رہے
خونچکاں دہر کا خونچکاں آئینہ
دکھ بھری خلق کا دکھ بھرا دل ہیں ہم
طبع شاعر ہے جنگاہ عدل و ستم
منصف خیر و شر، حق و باطل ہیں ہم

❖❖❖

allurdubooks.blogspot.com

(۲)

شوپیں ☆ کا نغمہ بجتا ہے

چھلنی ہے اندھیرے کا سینہ، برکھا کے بھالے برسے ہیں
دیواروں کے آنسو ہیں رواں، گھر خاموشی میں ڈوبے ہیں

پانی میں نہائے ہیں بوٹے
گلیوں میں ہو کا پھیرا ہے
شوپیں کا نغمہ بجتا ہے

☆ شوپیں Chopin پولینڈ کا ممتاز نغمہ ساز

اک غمگیں لڑکی کے چہرے پر چاند کی زردی چھائی ہے
جو برف گری تھی اس پہ لہو کے چھینٹوں کی رشنائی ہے

خوں کا ہر داغ دمکتا ہے
شوپیں کا نغمہ بجتا ہے

کچھ آزادی کے متوالے، جاں کف پہ لئے میداں میں گئے
ہر سو دشمن کا نرغہ تھا، کچھ بچ نکلے، کچھ کھیت رہے

عالم میں ان کا شہرہ ہے
شوپیں کا نغمہ بجتا ہے

allurdubooks.blogspot.com

اک کونج کو سکھیاں چھوڑ گئیں آکاش کی نیلی راہوں میں
وہ یاد میں تنہا روتی تھی، لپٹائے اپنی بانہوں میں
اک شاہیں اس پر جھپٹا ہے
شوپیں کا نغمہ بجتا ہے

غم نے سانچے میں ڈھالا ہے
اک باپ کے پتھر چہرے کو
مردہ بیٹے کے ماتھے کو
اک ماں نے رو کر چوما ہے
شوپیں کا نغمہ بجتا ہے

پھر پھولوں کی رت لوٹ آئی
اور چاہنے والوں کی گردن میں جھولے ڈالے باہوں نے
پھر جھرنے ناچے چھن چھن چھن
اب بادل ہے نہ برکھا ہے
شوپیں کا نغمہ بجتا ہے

ماسکو 1979ء

❖❖❖

لاؤ تو قتل نامہ مرا

سننے کو بھیڑ ہے سر محشر لگی ہوئی
تہمت تمہارے عشق کی ہم پر لگی ہوئی

رندوں کے ہم سے آتش مے کے بغیر بھی
ہے میکدے میں آگ برابر لگی ہوئی

آباد کر کے شہر خموشاں ہر ایک سو
کس کھوج میں ہے تیغ ستمگر لگی ہوئی

آخر کو آج اپنے لہو پر ہوئی تمام
بازی میان قاتل و خنجر لگی ہوئی

لاؤ تو قتل نامہ مرا میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

❖❖❖

❖

سہل یوں راہ زندگی کی ہے
ہر قدم ہم نے عاشقی کی ہے

ہم نے دل میں سجا لئے گلشن
جب بہاروں نے بے رخی کی ہے

زہر سے دھو لئے ہیں ہونٹ اپنے
لطف ساقی نے جب کمی کی ہے

تیرے کوچے میں بادشاہی کی
جب سے نکلے گداگری کی ہے

بس وہی سرخ رو ہوا جس نے
بحر خوں میں شناوری کی ہے

جو گزرتے تھے داغ پر صدمے
اب وہی کیفیت سبھی کی ہے

لندن 1979ء

❖❖❖

تین آوازیں

ظالم

جشن ہے ماتم امید کا آؤ لوگو
مرگ انبوہ کا تہوار مناؤ لوگو
عدم آباد کو آباد کیا ہے میں نے
تم کو دن رات سے آزاد کیا ہے میں نے
جلوۂ صبح سے کیا مانگتے ہو
بستر خواب سے کیا چاہتے ہو
ساری آنکھوں کو تہ تیغ کیا ہے میں نے
سارے خوابوں کا گلا گھونٹ دیا ہے میں نے
اب نہ لہکے گی کسی شاخ پہ پھولوں کی حنا
فصل گل آئے گی نمرود کے انگار لئے
اب نہ برسات میں برسے گی گہر کی برکھا
ابر آئے گا خس و خار کے انبار لئے
میرا مسلک بھی نیا راہ طریقت بھی نئی
میرے قانوں بھی نئے میری شریعت بھی نئی
اب فقیہان حرم دست صنم چومیں گے
سرو قد مٹی کے بونوں کے قدم چومیں گے
فرش پر آج در صدق و صفا بند ہوا
عرش پر آج ہر اک باب دعا بند ہوا

❖❖❖

مظلوم

رات چھائی تو ہر اک درد کے دھارے چھوٹے
صبح پھوٹی تو ہر اک زخم کے ٹانکے ٹوٹے
دوپہر آئی تو ہر رگ نے لہو برسایا
دن ڈھلا، خوف کا عفریت مقابل آیا
یا خدا یہ مری گردان شب و روز و سحر
یہ مری عمر کا بے منزل و آرام سفر
کیا یہی کچھ مری قسمت میں لکھا ہے تو نے
ہر مسرت سے مجھے عاق کیا ہے تو نے
وہ یہ کہتے ہیں تو خوشنود ہر اک ظلم سے ہے
وہ یہ کہتے ہیں ہر اک ظلم ترے حکم سے ہے
گر یہ سچ ہے تو ترے عدل سے انکار کروں؟
ان کی مانوں کہ تری ذات کا اقرار کروں؟

❖❖❖

ندائے غیب

ہر اک اولی الامر کو صدا دو
کہ اپنی فرد عمل سنبھالے
اٹھے گا جب جمع سر فروشاں
پڑیں گے دار و رسن کے لالے
کوئی نہ ہو گا کہ جو بچا لے
جزا سزا سب یہیں پہ ہو گی
یہیں عذاب و ثواب ہو گا
یہیں سے اٹھے گا شور محشر
یہیں پہ روز حساب ہو گا

سمرقند مئی 1979ء

❖❖❖

یہ ماتم وقت کی گھڑی ہے

ٹھہر گئی آسمان کی ندیا
وہ جا لگی ہے افق کنارے
اداس رنگوں کی چاندنیا
اتر گئے ساحل زمیں پر
سبھی کھویا
تمام تارے
اکھڑی گئی سانس پتیوں کی
چل گئیں اونگھ میں ہوائیں
گجر بجا حکم خامشی کا
تو چپ میں گم ہو گئیں صدائیں
سحر کی گوری کی چھاتیوں سے
ڈھلک گئی تیرگی کی چادر
اور اس بجائے
بکھر گئے اس کے تن بدن پر
نراس تنہائیوں کے سائے
اور اس کو کچھ بھی خبر نہیں ہے
کسی کو کچھ بھی خبر نہیں ہے

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

کہ دن ڈھلے شہر سے نکل کر
کدھر کو جانے کا رخ کیا تھا
نہ کوئی جادہ، نہ کوئی منزل

کسی مسافر کو
اب دماغ سفر نہیں ہے
یہ وقت زنجیر روز و شب کی
کہیں سے ٹوٹی ہوئی کڑی ہے
یہ ماتم وقت کی گھڑی ہے

یہ وقت آئے تو بے ارادہ
کبھی کبھی میں بھی دیکھتا ہوں
اتار کر ذات کا لبادہ
کہیں سپاہی ملامتوں کی
کہیں پہ گل بوٹے لافتوں کے
کہیں لکیریں ہیں آنسوؤں کی
کہیں پہ خون جگر کے دھبے
یہ چاک ہے پنجۂ عدو کا
یہ مہر ہے یار مہرباں کی
یہ لعل لب ہائے مہوشاں کے
یہ مرحمت شیخ بدزباں کی

یہ جامۂ روز و شب گزیدہ

مجھے یہ پیراہن دریدہ

عزیز بھی، ناپسند بھی ہے

کبھی یہ فرمان جوشِ وحشت

کہ نوچ کر اس کو پھینک ڈالو

کبھی یہ اصرار حرفِ الفت

کہ چوم کر پھر گلے لگا لو

تاشقند 1979ء

❖❖❖

ہم تو مجبورِ وفا ہیں

تجھ کو کتنوں کا لہو چاہئے اے ارضِ وطن
جو ترے عارضِ بے رنگ کو گلنار کریں
کتنی آہوں سے کلیجہ ترا ٹھنڈا ہو گا
کتنے آنسو ترے صحراؤں کو گلزار کریں

تیرے ایوانوں میں پرزے ہوئے پیماں کتنے
کتنے وعدے جو نہ آسودۂ اقرار ہوئے
کتنی آنکھوں کو نظر کھا گئی بد خواہوں کی
خواب کتنے تری شہ راہوں میں سنگسار ہوئے
بلا کشانِ محبت پہ جو ہوا سو ہوا
جو مجھ پہ گزری مت اس سے کہو، ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریباں گیر
لہو کے داغ تو دامن سے دھو، ہوا سو ہوا

ہم تو مجبورِ وفا ہیں مگر اے جانِ جہاں
اپنے عشاق سے ایسے بھی کوئی کرتا ہے
تیری محفل کو خدا رکھے ابد تک قائم
ہم تو مہماں ہیں گھڑی بھر کے، ہمارا کیا ہے

❖❖❖

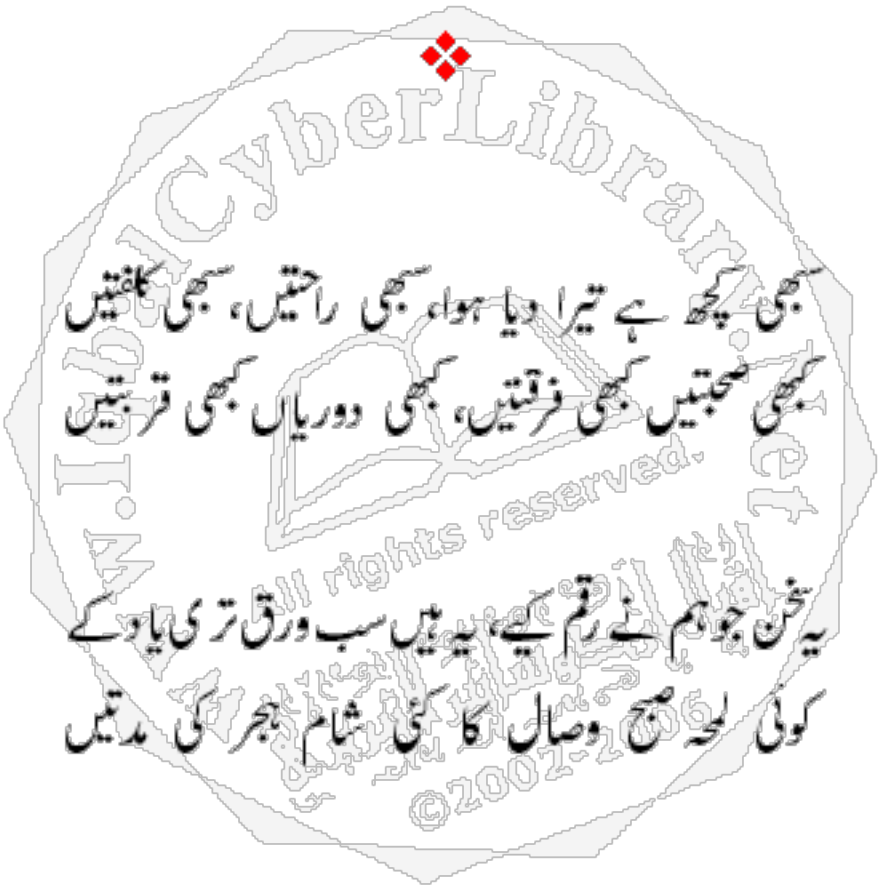

سبھی کچھ ہے تیرا دیا ہوا، سبھی راحتیں، سبھی کلفتیں
کبھی صحبتیں کبھی فرقتیں، کبھی دوریاں کبھی قربتیں

یہ سخن جو ہم نے رقم کیے، یہ ہیں سب ورق تری یاد کے
کوئی لمحہ صبحِ وصال کا کئی شامِ ہجر کی مدتیں

جو تمہاری مان لیں ناصحا، تو رہے گا دامنِ دل میں کیا
نہ کسی عدو کی عداوتیں، نہ کسی صنم کی مروتیں

چلو آؤ تو کو دکھائیں ہم جو بچا ہے مقتلِ شہر میں
یہ مزار اہلِ صفا کے ہیں، یہ ہیں اہلِ صدق کی تربتیں

مری جان، آج کا غم نہ کر نہ جانے کاتبِ وقت نے
کسی اپنے کل میں بھی بھول کر، کہیں لکھ رکھی ہوں مسرتیں

بیروت 79ء

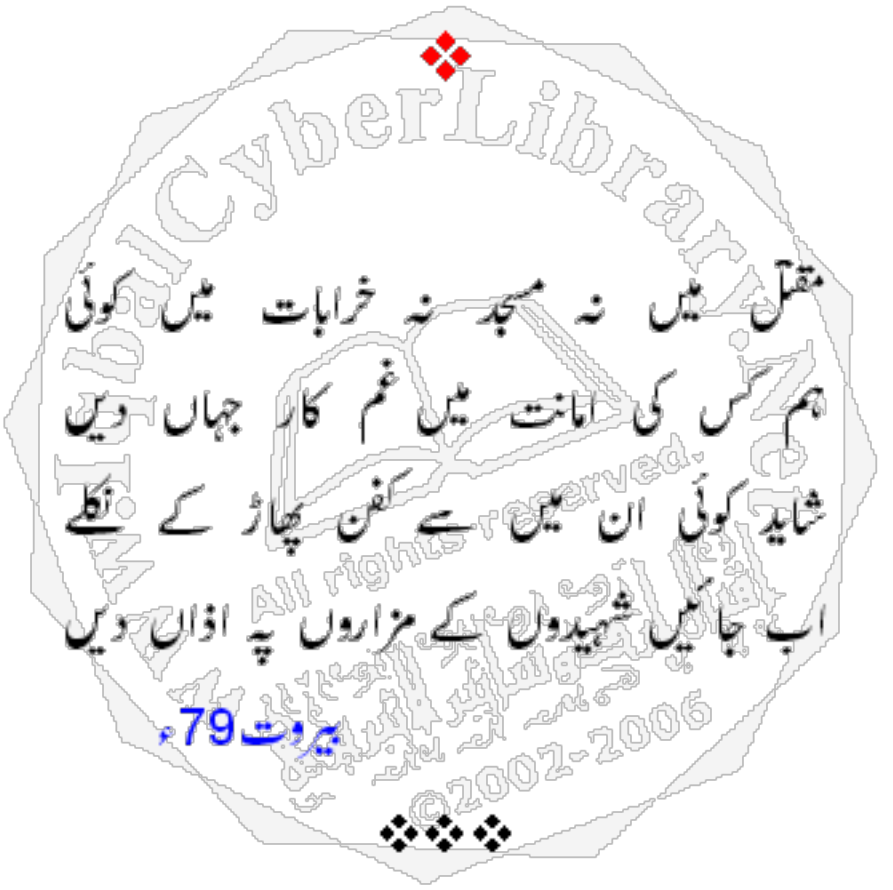

مقتل میں نہ مسجد نہ خرابات میں کوئی
ہم کس کی امانت میں غمِ کارِ جہاں دیں
شاید کوئی ان میں سے کفن پھاڑ کے نکلے
اب جائیں شہیدوں کے مزاروں پہ اذاں دیں

بیروت 79ء

پیرس

دن ڈھلا، کوچہ و بازار میں صف بستہ ہوئیں
زرد و روشنیاں
ان میں ہر ایک کے کشکول سے برسیں رم جھم
اس بھرے شہر کی نا سود گیاں
دور پس منظر افلاک میں دھندلانے لگے
عشمت رفتہ کے نشاں
پیش منظر میں
کسی سایہ دیوار سے لپٹا ہوا سایہ کوئی
دوسرے سائے کی موہوم سی امید لیے
روزمرہ کی طرح
زیر لب
شرح بے دردی ایام کی تمہید لیے
اور کوئی اجنبی
ان روشنیوں سایوں سے کتراتا ہوا
اپنے بے خواب شبستان کی طرف جاتا ہوا

پیرس اگست 79ء

❖❖❖

قوالی

جلا پھر صبر کا خرمن، پھر آہوں کا دھواں اٹھا
ہوا پھر نذر صرصر ہر نشیمن کا ہر اک تنکا
ہوئی پھر صبح ماتم آنسوؤں سے بھر گئے دریا
چلا پھر سوئے گردوں کاروان نالہ شبہا
ہر اک جانب فضا میں پھر مچا کہرام یا رب ہا

اٹھ آئی کہیں سے پھر گھٹا وحشی زمانوں کی
فضا میں بجلیاں لہرائیں پھر سے تازیانوں کی
قلم ہونے لگی گردن قلم کے پاسبانوں کی
کھلا نیلام ذہنوں کا، لگی بولی زبانوں کی
لہو دینے لگا ہر اک دہن میں بخیہ لبہا
چلا پھر سوئے گردوں کاروان نالہ شبہا

ستم کی آگ کا ایندھن بنے دل پھر سرے، وا دلہا!
یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں خداوندا
بنا پھرتا ہے ہر اک مدعی پیغام بر تیرا
ہر اک بت کو صنم خانے میں دعویٰ ہے خدائی کا
خدا محفوظ رکھے از خداوندان مذہب ہا
چلا پھر سوئے گردوں کاروان نالہ شب ہا

بیروت 79ء

کیا کریں

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002

مری تری نگاہ میں
جو لاکھ انتظار ہیں
جو میرے تیرے تن بدن میں
لاکھ دل فگار ہیں
جو میری تیری انگلیوں کی بے حسی سے
سب قلم نزار ہیں
جو میرے تیرے شہر کی
ہر اک گلی میں
میرے تیرے نقش پا کے بے نشاں مزار ہیں
جو میری تیری رات کے
ستارے زخم زخم ہیں
جو میری تیری صبح کے
گلاب چاک چاک ہیں
یہ زخم سارے بے دوا
یہ چاک سارے بے رفو
کسی پہ راکھ چاند کی
کسی پہ اوس کا لہو
یہ ہے بھی یا نہیں، بتا

یہ ہے کہ محض جال ہے

مرے تمہارے عنکبوت وہم کا بنا ہوا

جو ہے تو اس کا کیا کریں

نہیں تو بھی کیا کریں

بتا، بتا،

بتا، بتا،

بیروت 80ء

❖❖❖

دو نظمیں فلسطین کے لئے

(۱)

فلسطینی شہداء جو پردیس میں کام آئے

میں جہاں پر بھی گیا ارضِ وطن
تیری تذلیل کے داغوں کی جلن دل میں لئے
تری حرمت کے چراغوں کی لگن دل میں لئے
تیری الفت، تری یادوں کی کسک ساتھ گئی
تیرے نارنج شگوفوں کی مہک ساتھ گئی
سارے ان دیکھے رفیقوں کا جلو ساتھ رہا
کتنے ہاتھوں سے ہم آغوش مرا ہاتھ رہا
دور پردیس کی بے مہر گزر گاہوں میں
اجنبی شہر کے بے نام و نشاں راہوں میں
جس زمیں پر بھی کھلا میرے لہو کا پرچم
لہلہاتا ہے وہاں ارض فلسطیں کا علم
تیرے اعدا نے کیا ایک فلسطیں برباد
میرے زخموں نے کئے کتنے فلسطیں آباد

بیروت 80ء

❖❖❖

(۲)

فلسطینی بچے کے لئے لوری

مت رو بچے
رو رو کے ابھی
تیری امی کی آنکھ لگی ہے
مت رو بچے
کچھ ہی پہلے
تیرے ابا نے
اپنے غم سے رخصت لی ہے
مت رو بچے
تیرا بھائی
اپنے خواب کی تتلی پیچھے
دور کہیں پردیس گیا ہے
مت رو بچے
تیری باجی کا
ڈولا پرائے دیس گیا ہے
مت رو بچے
تیرے آنگن میں
مردہ سورج نہلا کے گئے ہیں

چند رما دفنا کے گئے ہیں

مت رو بچے

امی، ابا، باجی، بھائی

چاند اور سورج

تو گر روئے گا تو یہ سب

اور بھی تجھ کو رلوائیں گے

تو مسکائے گا تو شاید

سارے اک دن بھیس بدل کر

تجھ سے کھیلنے لوٹ آئیں گے

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2007

بیروت 80ء

نذرِ حافظ

ناصحم گفت بجز غم چہ ہنر دارد عشق
برو اے خواجہ عاقل ہنرے بہتر ازیں

قندِ دہن، کچھ اس سے زیادہ
لطفِ سخن، کچھ اس سے زیادہ

فصلِ خزاں میں لطفِ بہاراں
برگِ سمن کچھ اس سے زیادہ

حالِ چمن پر تلخ نوائی
مرغِ چمن، کچھ اس سے زیادہ

دل شکنی بھی، دلداری بھی
یادِ وطن کچھ اس سے زیادہ

شمع بدن، فانوس قبا میں
خوبیِ تن کچھ اس سے زیادہ

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

عشق میں کیا ہے غم کے علاوہ

خواجہ من! کچھ اس سے زیادہ

بیروت 80ء

❖❖❖

میرے ملنے والے

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

وہ در کھلا میرے غمکدے کا
وہ آ گئے میرے ملنے والے
وہ آ گئی شام، اپنی راہوں میں
فرشِ افسردگی بچھانے
وہ آ گئی رات چاند تاروں کو
اپنی آزردگی سنانے
وہ صبح آئی دمکتے نشتر سے
یاد کے زخم کو منانے
وہ دوپہر آئی آستیں میں
چھپائے شعلوں کے تازیانے
یہ آئے سب میرے ملنے والے
کہ جن سے دن رات واسطا ہے
یہ کون کب آیا، کب گیا ہے
نگاہ و دل کی خبر کہاں ہے
خیال سوئے وطن رواں ہے
سمندوں کی ایال تھامے
ہزار وہم و گماں سنبھالے
کئی طرح کے سوال تھامے

بیروت 80ء

❖❖❖

گاؤں کی سڑک

یہ دیس مفلس و نادار کجکلاہوں کا
یہ دیس بے زر و دینار بادشاہوں کا
کہ جس کی خاک میں قدرت ہے کیمیائی کی
یہ نابان خداوند ارض کا مسکن
یہ نیک پاک بزرگوں کی روح کا مدفن
جہاں پہ چاند ستاروں نے جبہ سائی کی

نہ جانے کتنے زمانے سے اس کا ہر رستہ
مثال خانہ بے خانماں تھا در بستہ
خوشا کہ آج بفضل خدا وہ دن آیا
کہ دست غیب نے اس گھر کی درکشائی کی

چنے گئے ہیں سبھی خار اس کی راہوں سے
سنی گئی ہے بالآخر برہنہ پائی کی

بیروت 80ء

❖❖❖

اب کے برس دستورِ ستم میں کیا کیا باب ایزاد ہوئے
جو قاتل تھے مقتول ہوئے، جو صید تھے اب صیاد ہوئے

پہلے بھی خزاں میں باغ اجڑے پر یوں نہیں جیسے اب کے برس
سارے بوٹے پتہ پتہ روش، روش برباد ہوئے

پہلے بھی طوافِ شمعِ وفا تھی، رسم محبت والوں کی
ہم تم سے پہلے بھی یہاں منصور ہوئے فرہاد ہوئے

اک گُل کے مرجھانے پر کیا گلشن میں کہرام مچا
اک چہرہ کمھلا جانے سے کتنے دل ناشاد ہوئے

فیض، نہ ہم یوسف نہ کوئی یعقوب جو ہم کو یاد کرے
اپنی کیا، کنعاں میں رہے یا مصر میں جا آباد ہوئے

غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

غم بہ دل، شکر بہ لب، مست و غزل خواں چلیے
جب تلک ساتھ رہے عمرِ گریزاں چلیے

رحمتِ حق ہے جو اس سمت کبھی راہ ملے
سوئے جنت بھی براہ رہِ جاناں چلیے

نذر مانگے جو گلستاں سے خداوندِ جہاں
ساغرِ مے میں لئے خونِ بہاراں چلیے

جب ستانے لگے بے رنگیِ دیوارِ جہاں
نقش کرنے کوئی تصویرِ حسیناں چلیے

کچھ بھی ہو آئینۂ دل کو مصفا رکھیے
جو بھی گزرے، مثلِ خسروِ دوراں چلیے

امتحاں جب بھی ہو منظور جگر داروں کا
محفلِ یار میں ہمراہِ رقیباں چلیے

وہ بتوں نے ڈالے ہیں وسوسے کہ دلوں سے خوف خدا گیا
وہ پڑی ہیں روز قیامتیں کہ خیال روز جزا گیا

جو نفس تھا خار گلو بنا، جو اٹھے تو ہاتھ لہو ہوئے
وہ نشاط آہ سحر گئی وہ وقار دست دعا گیا

نہ وہ رنگ فصل بہار کا، نہ روش وہ ابر بہار کی
جس ادا سے یار تھے آشنا وہ مزاج باد صبا گیا

جو طلب پہ عہد وفا کیا تو وہ آبروئے وفا گئی
سر عام جب ہوئے مدعی تو ثواب صدق و صفا گیا

ابھی بادبان کو تہ رکھو ابھی مضطرب ہے رخ ہوا
کسی راستے میں ہے منتظر وہ سکوں جو آ کے چلا گیا

ستم سکھلائے گا رسم وفا ایسے نہیں ہوتا
صنم دکھلائیں گے راہ خدا ایسے نہیں ہوتا

گنو سب حسرتیں جو خوں ہوئی ہیں تن کے مقتل میں
مرے قاتل! حساب خوں بہا ایسے نہیں ہوتا

جہان دل میں کام آتی ہیں، تدبیریں نہ تعزیریں
یہاں پیمان تسلیم و رضا ایسے نہیں ہوتا

ہر اک شب ہر گھڑی گزرے قیامت یوں تو ہوتا ہے
مگر ہر صبح ہو روز جزا ایسے نہیں ہوتا

رواں ہے نبض دوراں، گردشوں میں آسماں سارے
جو تم کہتے ہو سب کچھ ہو چکا، ایسے نہیں ہوتا

اپنے انعام حسن کے بدلے
ہم تہی دامنوں سے کیا لینا
آج فرقت زدوں پہ لطف کرو
پھر کبھی صبر آزما لینا

❖❖❖

گیت

جلنے لگیں یادوں کی چتائیں
آؤ کوئی بیت بنائیں
جن کی رہ تکتے جگ بیتے
چاہے وہ آئیں یا نہیں آئیں
آنکھیں موند کے نت پل دیکھیں
آنکھوں میں ان کی پرچھائیں

اپنے دردوں کا مکٹ پہن کر
بے دردوں کے سامنے جائیں
جب رونا آوے مسکائیں
جب دل ٹوٹے دیپ جلائیں
پریم کتھا کا انت نہ کوئی
کتنی بار اسے دہرائیں

پریت کی ریت انوکھی ساجن
کچھ نہیں مانگیں، سب کچھ پائیں
فیض ان سے کیا بات چھپی ہے
ہم کچھ کہہ کر کیوں پچھتائیں

UrduCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

ویبقیٰ وجہ ربک

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-

ہم دیکھیں گے
لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے
وہ دن کہ جس کا وعدہ ہے
جو لوحِ ازل میں لکھا ہے
جب ظلم و ستم کے کوہِ گراں
روئی کی طرح اڑ جائیں گے
ہم محکوموں کے پاؤں تلے
جب دھرتی دھڑ دھڑ دھڑکے گی
اور اہلِ حکم کے سر اوپر
جب بجلی کڑ کڑ کڑکے گی
جب ارضِ خدا کے کعبے سے
سب بت اٹھوائے جائیں گے
ہم اہلِ صفا، مردودِ حرم
مسند پہ بٹھائے جائیں گے
سب تاج اچھالے جائیں گے
سب تخت گرائے جائیں گے

بس نام رہے گا اللہ کا

جو غائب بھی ہے حاضر بھی

جو منظر بھی ہے ناظر بھی

اور راضی کرے گی خلق خدا

جو میں بھی ہوں اور تم بھی ہو

امریکہ جنوری 1989ء

❖❖❖

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

ایک ترانہ

پنجابی کسان کے لیے

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

اٹھ اتاں نوں جٹا
مردا کیوں جائیں
بھولیا! توں جگ دا ان داتا
تیری باندی دھرتی ماتا
توں جگ دا پالن ہار
تے مردا کیوں جائیں
اٹھ اتاں نوں جٹا
مردا کیوں جائیں
جرنل، کرنل، صوبیدار
ڈپٹی، ڈی سی، تھانیدار
سارے تیرا دتا کھاون
توں جے نہ بیجیں، توں جے نہ گاہویں
بکھے، بھانے سب مر جاون
ایہہ چار کتوں سرکار

مردا کیوں جائیں

اٹھاتاں نوں جٹا

مردا کیوں جائیں

وچ کچہری، چونگی تھانے

کیہہ ان بھول تے کیہہ سیانے

کیہہ اشراف تے کیہہ نمانے

سارے کھجل خوار

مردا کیوں جائیں

اٹھاتاں نوں جٹا

ایکا کرلو، ہوجاؤ کٹھے

بھل جاؤ رانگڑ، چیمے، چٹھے

سبھے دا اکے پریوار

مردا کیوں جائیں

جے چڑھ آون فوجاں والے

توں وی چھویاں لمب کرالے

تیرا حق تری تلوار

تے مردا کیوں جائیں

دے اللہ ہودی مار

تے مردا کیوں جائیں

ایک نغمہ تارکین وطن کے لیے

وطنے دیاں ٹھنڈیاں چھائیں اویار
ٹک رہو تھائیں اویار
روزی دیوے گا سائیں اویار
ٹک رہو تھائیں اویار

ہیر نوں چھڈ ٹر گیوں رنجھیٹے
کھیڑیاں دے گھر پے گئے ہاسے
کانگ اڈاون ماواں، بھیناں
ترلے پاون لکھ ہزاراں

پنڈی وچ کڈی ٹوہر شریکاں
یاراں دے ڈھے پے منڈاسے
ویراں دیاں ٹٹ گیا باہیں
ٹک رو تھائیں اویار

نیلی بار کا پرانا گیت

روزی دیوے گا سائیں

کانگ اڈاون ماواں، بھیناں

ترلے پاون لکھ ہزاراں

خیر مناون سنگی ساتھی

چرخے اور ہلے روون مٹیاراں

ہاڑاں کردیاں سنجیاں رائیں

ٹک روتھائیں اویار

وطنے دیاں ٹھنڈیاں چھائیں

چھڈ غیراں دے محل چو محلے

اپنے ویہڑے دی ریس نہ کائی

اپنی جھوک دیاں ستے خیراں

بیباتس نے قدر نہ پائی

موڑ مہاراں

تے آ گھر باراں

مڑ آ کے مول نہ جائیں اویار

ٹک روتھائیں اویار

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

غبار ایام

هر کجا رفتم غبار زندگی در پیش بود
یا رب ایں خاک پریشاں از کجا برداشتم

(بیدل)

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

تم ہی کہو کیا کرنا ہے

جب دکھ کی ندیا میں ہم نے
جیون کی ناؤ ڈالی تھی
تھا کتنا کس بل بانہوں میں
لوہو میں کتنی لالی تھی
یوں لگتا تھا دو ہاتھ لگے
اور ناؤ پورم پار لگی
ایسا نہ ہوا، ہر دھارے میں
کچھ ان دیکھی منجدھاریں تھیں
کچھ مانجھی تھے انجان بہت
کچھ بے پرکھی پتواریں تھیں
اب جو بھی چاہو چھان کرو
اب جتنے چاہو دوش دھرو
ندیا تو وہی ہے ناؤ وہی
اب تم ہی کہو کیا کرنا ہے
اب کیسے پار اترنا ہے
جب اپنی چھاتی میں ہم نے
اس دیس کے گھاؤ دیکھے تھے
تھا ویدوں پر وشواش بہت

اور یاد بہت سے نسخے تھے

یوں لگتا تھا بس کچھ دن میں

ساری پپتا کٹ جائے گی

اور سب گھاؤ بھر جائیں گے

ایسا نہ ہوا کہ روگ اپنے

کچھ اتنے ڈھیر پرانے تھے

ویدان کی ٹوہ کو پا نہ سکے

اور ٹوٹکے سب بیکار گئے

اب جو بھی چاہو چھان کرو

اب جتنے چاہو دوش دھرو

چھاتی تو وہی ہے گھاؤ وہی

اب تم ہی کہو کیا کرنا ہے

یہ گھاؤ کیسے بھرنا ہے

لندن 81ء

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

❖❖❖

عشق اپنے مجرموں کو پابجولاں لے چلا
دار کی رسیوں کے گلوبند گردن میں پہنے ہوئے
گانے والے ہر اک روز گاتے رہے
پائلیں بیڑیوں کی بجاتے ہوئے
ناچنے والے دھومیں مچاتے رہے
ہم نہ اس صف میں تھے اور نہ اس صف میں تھے
راستے میں کھڑے ان کو تکتے رہے
رشک کرتے رہے
اور چپ چاپ آنسو بہاتے رہے

لوٹ کر آ کے دیکھا تو پھولوں کا رنگ
جو کبھی سرخ تھا زرد ہی زرد ہے
اپنا پہلو ٹٹولا تو ایسا لگا
دل جہاں تھا وہاں درد ہی درد ہے
گلو میں کبھی طوق کا واہمہ
کبھی پاؤں میں رقص زنجیر
اور پھر ایک دن عشق انہیں کی طرح
رشن در گلو، پابجولاں ہمیں
اسی قافلے میں کشاں لے چلا

بیروت جولائی 1981ء

نہیں نگاہ میں منزل تو جستجو ہی سہی
نہیں وصال میسر تو آرزو ہی سہی

نہ تن میں خون فراہم نہ اشک آنکھوں میں
نمازِ شوق تو واجب ہے، بے وضو ہی سہی

کسی طرح تو جمے بزم میکدے والو
نہیں جو بادہ و ساغر تو ہاؤ ہو ہی سہی

گر انتظار کٹھن ہے تو جب تلک اے دل
کسی کے وعدۂ فردا کی گفتگو ہی سہی

دیارِ غیر میں محرم اگر نہیں کوئی
تو فیضؔ ذکرِ وطن اپنے رو برو ہی سہی

لاہور،فروری 1982ء

❖❖❖

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

میجر اسحاق کی یاد میں

لو تم بھی گئے ہم نے تو سمجھا تھا کہ تم نے
باندھا تھا کوئی یاروں سے پیمان وفا اور
یہ عہد کہ تا عمر رواں ساتھ رہو گے
رستے میں بچھڑ جائیں گے جب اہل صفا اور
ہم سمجھے تھے صیاد کا ترکش ہوا خالی
باقی تھا مگر اس میں ابھی تیر قضا اور
ہر خار رہ دشت وطن کا ہے سوالی
کب دیکھئے آتا ہے کوئی آبلہ پا اور
آنے میں تامل تھا اگر روز جزا کو
اچھا تھا ٹھہر جاتے اگر تم بھی ذرا اور

بیروت 3 جون 1983ء

❖❖❖

ایک نغمہ کربلائے بیروت کے لیے

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002

بیروت نگار بزم جہاں

بیروت بدیل باغ جناں

بچوں کی ہنستی آنکھوں کے

جو آئنے چکنا چور ہوئے

اب ان کے ستاروں کی لو سے

اس شہر کی راتیں روشن ہیں

اور رخشاں ہے ارض لبناں

بیروت نگار بزم جہاں

جو چہرے لہو کے غازے کی

زینت سے سوا پرنور ہوئے

اب ان کے رنگیں پرتو سے

اس شہر کی گلیاں روشن ہیں

اور تاباں ہے ارض لبناں

بیروت نگار بزم جہاں

ہر ویراں گھر، ہر ایک کھنڈر

ہم پایہ قصر دارا ہے

ہر غازی رشک اسکندر

ہر دختر ہمسر لیلیٰ ہے

یہ شہر ازل سے قائم ہے

یہ شہر ابد تک دائم ہے

بیروت نگار بزم جہاں

بیروت بدیل باغ جناں

بیروت

جون 1982ء

❖❖❖

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

ایک ترانہ مجاہدین فلسطین کے لئے

ہم جیتیں گے
حقا ہم اک دن جیتیں گے
بالآخر اک دن جیتیں گے
کیا خوف ز یلغار اعداء
ہے سینہ سپر ہر غازی کا
کیا خوف ز یورش جیش قضا
صف بستہ ہیں ارواح الشہداء
ڈر کا ہے کا
ہم جیتیں گے
حقا ہم جیتیں گے
قد جاالحق وزہق الباطل
فرمودہ رب اکبر
ہے جنت اپنے پاؤں تلے
اور سایہ رحمت سر پر ہے
پھر کیا ڈر ہے
ہم جیتیں گے
حقا ہم اک دن جیتیں گے
بالآخر اک دن جیتیں گے

بیروت 15 جون 1983ء

❖❖❖

گو سب کو بہم ساغر و بادہ تو نہیں تھا
یہ شہر اداس اتنا زیادہ تو نہیں تھا

گلیوں میں پھرا کرتے تھے دو چار دوانے
ہر شخص کا صد چاک لبادہ تو نہیں تھا

منزل کو نہ پہچانے رہِ عشق کا راہی
ناداں ہی سہی، ایسا بھی سادہ تو نہیں تھا

تھک کر یونہی پل بھر کے لیے آنکھ لگی تھی
سو کر ہی نہ اٹھیں یہ ارادہ تو نہیں تھا

واعظ سے رہ و رسم رہی رند سے صحبت
فرق ان میں کوئی اتنا زیادہ تو نہیں تھا

لاہور فروری

1983ء

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

اس وقت تو یوں لگتا ہے

اس وقت تو یوں لگتا ہے اب کچھ بھی نہیں ہے
مہتاب نہ سورج، نہ اندھیرا نہ سویرا

آنکھوں کے دریچوں پہ کسی حسن کی چلمن
اور دل کی پناہوں میں کسی درد کا ڈیرا

ممکن ہے کوئی وہم تھا، ممکن ہے سنا ہو
گلیوں میں کسی چاپ کا اک آخری پھیرا

شاخوں میں خیالوں کے گھنے پیڑ کی شاید
اب آ کے کرے گا نہ کوئی خواب بسیرا

اک بیر، نہ اک مہر، نہ اک ربط نہ رشتہ
تیرا کوئی اپنا، نہ پرایا کوئی میرا

مانا کہ یہ سنسان گھڑی سخت کڑی ہے
لیکن مرے دل یہ تو فقط ایک گھڑی ہے
ہمت کرو، جینے کو تو اک عمر پڑی ہے

میو ہسپتال لاہور

4 مارچ 1982

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

دربار میں اب سطوت شاہی کی علامت
درباں کا عصا ہے کہ مصنف کا قلم ہے

آوارہ ہے پھر کوہ ندا پر جو بشارت
تمہید مسرت ہے کہ طول شب غم ہے

جس دھجی کو گلیوں میں لئے پھرتے طفلاں
یہ میرا گریباں ہے کہ لشکر کا علم ہے

جس نور سے ہے شہر کی دیوار درخشاں
یہ خون شہیداں ہے کہ زر خانہ جم ہے

حلقہ کئے بیٹھے رہو اک شمع کو یارو
کچھ روشنی باقی تو ہے ہر چند کہ کم ہے

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

ہجر کی راکھ اور وصال کی پھول

آج پھر درد و غم کے دھاگے میں
ہم پرو کر ترے خیال کے پھول

ترک الفت کے دشت سے چن کر
آشنائی کے ماہ و سال کے پھول

تیری دہلیز پر سجا آئے
پھر تری یاد پر چڑھا آئے

باندھ کر آرزو کے پلے میں
ہجر کی راکھ اور وصال کے پھول

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

یہ کس دیار عدم میں.....

نہیں ہے یوں تو نہیں ہے کہ اب نہیں پیدا
کسی کے حسن میں شمشیر آفتاب کا حسن
نگاہ جس سے ملاؤ تو آنکھ دکھنے لگے
کسی ادا میں ادائے خرام باد صبا
جسے خیال میں لاؤ تو دل سلگنے لگے
نہیں ہے یوں تو نہیں ہے کہ اب نہیں باقی
جہاں میں بزم گہ حسن و عشق کا میلا
بنائے لطف و محبت، رواج مہر و وفا
یہ کس دیار عدم میں مقیم ہیں ہم تم
جہاں پہ مژدہ دیدار حسن یار تو کیا
نوید آمد روز جزا نہیں آتی
یہ کس خمار کدے میں ندیم ہیں ہم تم
جہاں پہ شورش رنداں میگسار تو کیا
شکست شیشہ دل کی صدا نہیں آتی

(ناتمام)

نذر مولانا حسرت موہانی

مر جائیں گے ظالم کی حمایت نہ کریں گے
احرار کبھی ترک روایت نہ کریں گے

کیا کچھ نہ ملا ہے جو کبھی تجھ سے ملے تھے
اب تیرے نہ ملنے کی شکایت نہ کریں گے

شب بیت گئی ہے تو گزر جائے گا دن بھی
ہر لحظہ جو گزری وہ حکایت نہ کریں گے

یہ فقر دل زار کا عوضانہ بہت ہے
شاہی نہیں مانگیں گے، ولایت نہ کریں گے

ہم شیخ نہ لیڈر نہ مصاحب نہ صحافی
جو خود نہیں کرتے وہ ہدایت نہ کریں گے

ہم مسافر یونہی مصروفِ سفر جائیں گے
بے نشاں ہو گئے جب شہر تو گھر جائیں گے

کس قدر ہو گا یہاں مہر و وفا کا ماتم
ہم تری یاد سے جس روز اتر جائیں گے

جوہری بند کیے جاتے ہیں بازارِ سخن
ہم کسے بیچنے الماس و گہر جائیں گے

نعمتِ زیست کا یہ قرض چکے گا کیسے
لاکھ گھبرا کے یہ کہتے رہیں، مر جائیں گے

شاید اپنا بھی کوئی بیت حُدی خواں بن کر
ساتھ جائے گا مرے یار جدھر جائیں گے

فیض آتے ہیں رہِ عشق میں جو سخت مقام
آنے والوں سے کہو ہم تو گزر جائیں گے

جیسے ہم بزم ہیں پھر یار طرحدار سے ہم
رات ملتے رہے اپنے در و دیوار سے ہم

سرخوشی میں یونہی دل شاد و غزل خواں گزرے
کوئے قاتل سے کبھی کوچہ دلدار سے ہم

کبھی منزل، کبھی رستے نے ہمیں ساتھ دیا
ہر قدم الجھے رہے قافلہ سالار سے ہم

ہم سے بے بہرہ ہوئی اب جرس گل کی صدا
ورنہ واقف تھے ہر اک رنگ کی جھنکار سے ہم

فیض جب چاہا جو کچھ چاہا سدا مانگ لیا
ہاتھ پھیلا کے دل بے زر و دنیار سے ہم

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.

جو میرا تمہارا رشتہ ہے

میں کیا لکھوں کہ جو میرا تمہارا رشتہ ہے
وہ عاشقی کی زباں میں کہیں بھی درج نہیں

لکھا گیا ہے بہت لطف وصل و درد فراق
مگر یہ کیفیت اپنی رقم نہیں ہے کہیں

یہ اپنا عشق ہم آغوش جس میں ہجر و وصال یہ اپنا درد کہ
ہے کب سے ہمدم مہ و سال

اس عشق خاص کو ہر ایک سے چھپائے ہوئے
گزر گیا ہے زمانہ گلے لگائے ہوئے

آج شب کوئی نہیں ہے

آج شب دل کے قریں کوئی نہیں ہے
آنکھ سے دور طلسمات کے در وا ہیں کئی
خواب در خواب محلات کے در وا ہیں کئی
اور مکیں کوئی نہیں ہے
آج شب دل کے قریں کوئی نہیں ہے
کوئی نغمہ، کوئی خوشبو، کوئی کافر صورت
کوئی امید، کوئی آس مسافر صورت
کوئی غم، کوئی کسک، کوئی شک، کوئی یقین
کوئی نہیں ہے
آج شب دل کے قریں کوئی نہیں ہے
تم اگر ہو، تو مرے پاس ہو یا دور ہو تم
ہر گھڑی سایہ گر خاطر رنجور ہو تم
اور نہیں ہو تو کہیں کوئی نہیں، کوئی نہیں ہے
آج شب دل کے قریں کوئی نہیں ہے،
شام دھندلانے لگی اور مری تنہائی
دل میں پتھر کی طرح بیٹھ گئی
چاند ابھرنے لگا یکبار تری یاد کے ساتھ
زندگی مونس و غم خوار نظر آنے لگی

باقی ہے کوئی ساتھ تو بس ایک اسی کا
پہلو میں لئے پھرتے ہیں جو درد کسی کا
اک عمر سے اس دھن میں کہ ابھرے کوئی خورشید
بیٹھے ہیں سہارا لئے شمع سحری کا

❖❖❖

©2002-2006

ترک شاعر ناظم حکمت کے افکار

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

جینے کے لیے مرنا
یہ کیسی سعادت ہے
مرنے کے لئے جینا
یہ کیسی حماقت ہے

اکیلے جیو
ایک شمشاد تن کی طرح
اور میل کر جیو
ایک بن کی طرح

ہم نے امید کے سہارے پر
ٹوٹ کر یوں ہی زندگی کی ہے
جس طرح تم سے عاشقی کی ہے

ادھر نہ دیکھو

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

ادھر نہ دیکھو کہ جو بہادر
قلم کے یا تیغ کے دھنی تھے
جو عزم و ہمت کے مدعی تھے
اب ان کے ہاتھوں میں صدق ایماں کی
آزمودہ پرانی تلوار مڑ گئی ہے
جو کج کلہ صاحب حشم تھے
جو اہل دستار محترم تھے
ہوس کے پر پیچ راستوں میں
کلہ کسی نے گرو ہے رکھ دی
کسی نے دستار بیچ دی ہے
ادھر بھی دیکھو
جو اپنے رخشاں لہو کے دینار
مفت بازار میں لٹا کر
نظر سے اوجھل ہوئے
اور اپنی لحد میں اس وقت تک غنی ہیں،
ادھر بھی دیکھو
جو حرف حق کی صلیب پر اپنا تن سجا کر
جہاں سے رخصت ہوئے
اور اہل جہاں میں اس وقت تک نبی ہیں

❖❖❖

رفیق راہ تھی منزل ہر اک تلاش کے بعد
چھٹا یہ ساتھ تو رہ کی تلاش بھی نہ رہی
ملول تھا دل آئنہ ہر خراش کے بعد
جو پاش پاش ہوا اک خراش بھی نہ رہی

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

پھر آئنہ عالم شاید کہ نکھر جائے
پھر اپنی نظر شاید تا حد نظر جائے

صحرا پہ لگے پہرے اور قفل پڑے بن پر
اب شہر بدر ہو کر دیوانہ کدھر جائے

خاک رہ جاناں پر کچھ خوں تھا گرو اپنا
اس فصل میں ممکن ہے یہ قرض اتر جائے

دیکھ آئیں چلو ہم بھی، جس بزم میں سنتے ہیں
جو خندہ بلب آئے وہ خاک بسر جائے

یا خوف سے درگزریں یا جاں سے گزر جائیں
مرنا ہے کہ جینا ہے اک بات ٹھہر جائے

21 نومبر 1983ء

❖❖❖

پھول مسلے گئے فرش گلزار پر
رنگ چھڑکا گیا تختہ دار پر

بزم برپا کرے جس کو منظور ہو
دعوت رقص، تلوار کی دھار پر

دعوت بیعت شہ پہ ملزم بنا
کوئی اقرار پر، کوئی انکار پر

(نا تمام)

23فروری84ء

❖❖❖

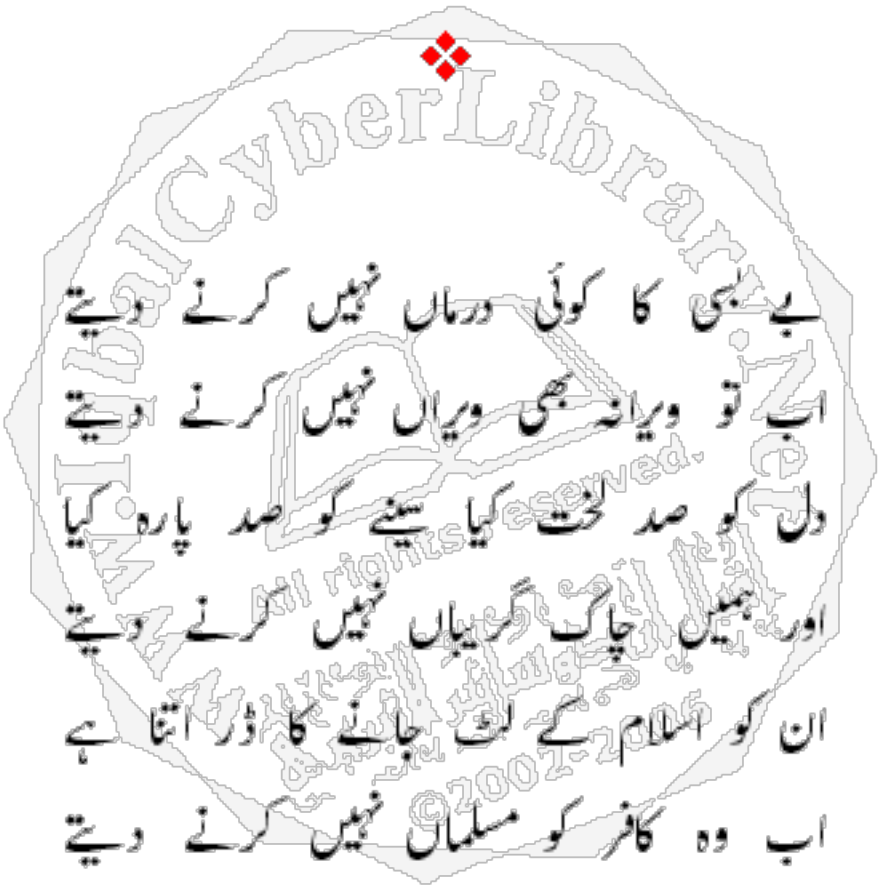

بے بسی کا کوئی درماں نہیں کرنے دیتے
اب تو ویرانہ بھی ویراں نہیں کرنے دیتے

دل کو صد لخت کیا سینے کو صد پارہ کیا
اور ہمیں چاک گریباں نہیں کرنے دیتے

ان کو اسلام کے لٹ جانے کا ڈر اتنا ہے
اب وہ کافر کو مسلماں نہیں کرنے دیتے

دل میں وہ آگ فروزاں ہے عدو جس کا بیاں
کوئی مضموں کسی عنواں نہیں کرنے دیتے

جان باقی ہے تو کرنے کو بہت باقی ہے
اب وہ جو کچھ کہ مری جاں نہیں کرنے دیتے

30 اکتوبر 1984ء

بہت ملا نہ ملا، زندگی سے غم کیا ہے
متاع درد بہم ہے تو بیش و کم کیا ہے

ہم ایک عمر سے واقف ہیں، اب نہ سمجھاؤ
کہ لطف کیا ہے مرے مہرباں ستم کیا ہے

کرے نہ جگ میں الاؤ تو شعر کس مصرف
کرے نہ شہر میں جل تھل تو چشم نم کیا ہے

لحاظ میں کوئی کچھ دور ساتھ چلتا ہے
وگرنہ دہر میں اب خضر کا بھرم کیا ہے

اجل کے ہاتھ کوئی آ رہا ہے پروانہ
نہ جانے آج کی فہرست میں رقم کیا ہے

سجاؤ بزم، غزل گاؤ، جام تازہ کرو
بہت سہی غم گیتی، شراب کم کیا ہے

نومبر 1984ء

شامِ غربت

دشت میں سوختہ سامانوں پہ رات آئی ہے
غم کے سنسان بیابانوں پہ رات آئی ہے
نورِ عرفان کے دیوانوں پہ رات آئی ہے
شمعِ ایمان کے پروانوں پہ رات آئی ہے
بیت شبیر پہ ظلمت کی گھٹا چھائی ہے
درد سا درد ہے تنہائی سی تنہائی ہے

ایسی تنہائی کے پیارے نہ دیکھے جاتے
آنکھ سے آنکھ کے تارے نہیں دیکھے جاتے
درد سے درد کے مارے نہیں دیکھے جاتے
ضعف سے چاند ستارے نہیں دیکھے جاتے
ایسا سناٹا کہ شمشانوں کی یاد آتی ہے
دل دھڑکنے کی بہت دور صدا جاتی ہے

❖❖❖

نعت

اے تو کہ ہست ہر دل محزوں سرائے تو
آوردہ ام سرائے دگر از برائے تو

خواجہ بہ تخت بندہ تشویش ملک و مال
برخاک رشک خسرو دوراں گدائے تو

آنجا قصیدہ خوانی لذات سیم و زر
اینجا فقط حدیث نشاط لقائے تو

آتش فشاں زقہر و ملامت زبان شیخ
از اشک ترز درد غریباں ردائے تو

باید کہ ظالمان جہاں را صدا کند
روزے بسوئے عدل و عنایت صدائے تو

❖❖❖

بدل دروے کزاں شیریں شمائل داشتم گفتم
گزشتم از سر خود ہرچہ در دل دا شتم گفتم

------------اختتام----------

CyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006